جنوری 2013ء

صفر/ربیع الاول 1434ھ

ماہنامہ

المُرشِد

الله
رسول
محمد

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلاَّ عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ
بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا (ترمذی)

جنت میں جانے کے بعد اہلِ جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق و افسوس نہیں
ہوگا۔ بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔

جو بندہ ہر کام میں آپ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے
تو حضور ﷺ کا پرتوِ جمال اس کے دل میں آجاتا ہے

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

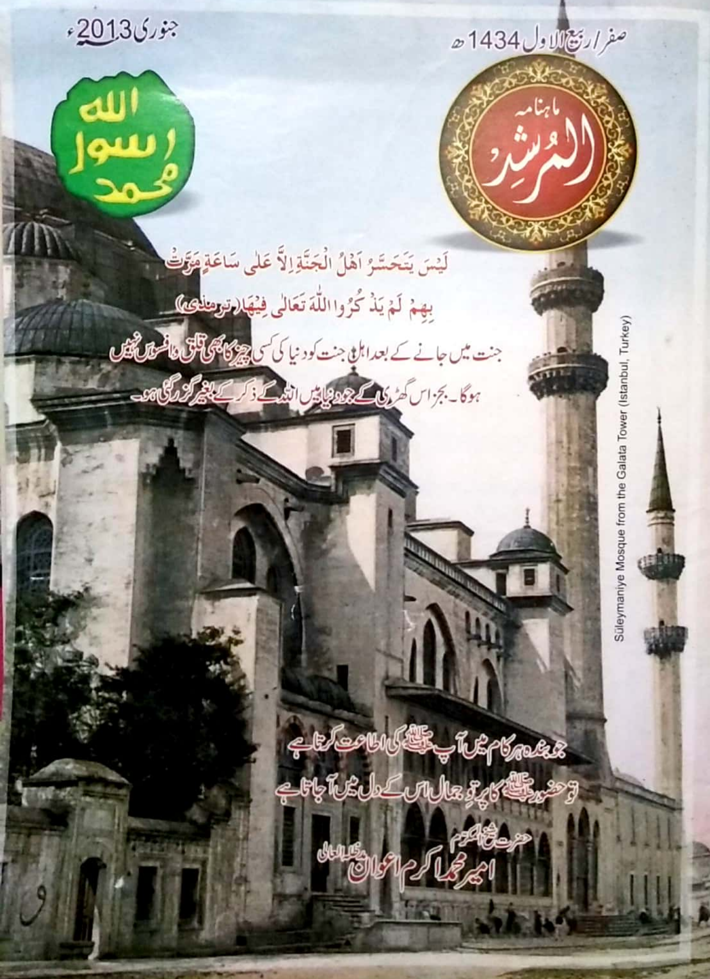

Süleymaniye Mosque from the Galata Tower (Istanbul, Turkey)

تصوف

تصوف کیا ہے؟

بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کی برکات کو پانا تصوف ہے

اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق پر اتنے احسانات ہیں کہ شمار میں نہیں لائے جاسکتے لیکن مالک حقیقی نے جسے اپنا احسان عظیم قرار دیا وہ بعثت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کی عظمت کو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرائض نبوت کا حصہ بنادیا اوران کی ترتیب یہ ارشاد فرمائی کہ آپ ﷺ آیات الٰہی کی تلاوت فرماتے ہیں یعنی دعوت الی الحق دیتے ہیں جو قبول کرلے اس کا تزکیہ فرماتے ہیں یعنی اس کے قلب کی ظلمت مٹا کر اس کو پاک وصاف اور منور کردیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ تمام باطنی رزائل سے پاک ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کتاب الٰہی کی باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں، اس کے مفاہیم بیان فرماتے ہیں اس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ فرماتے ہیں جسے قرآن حکیم نے حکمت فرمایا ہے۔

باقی امت پر صحابہ کرام کی فضیلت اسی کامل تزکیہ کے سبب ہے۔ جس درجے کا خلوص انہیں نصیب ہوا وہ غیر صحابی نہیں پاسکا اس لئے کہ صحابہ ؓ کو صحبت رسول اللہ ﷺ نصیب ہوئی اور غیر صحابی کو یہ نعمت اس درجے میں نہ ملی جو صحابہ کا حصہ ہے۔ لیکن حضور ﷺ چونکہ رہتی دنیا تک کے لئے اللہ کے رسول ﷺ ہیں اس لئے رہتی دنیا تک جہاں حضور ﷺ کی تعلیمات جاری رہیں گی وہاں فیضان صحبت رسول ﷺ بھی جاری رہے گا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اب کوئی صحابیؓ نہیں بن سکے گا کہ آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرماچکے ہیں لیکن تزکیہ کے حصول کے لئے اب بھی قلب اطہر رسول ﷺ کی برکات کی ضرورت ویسی ہی ہے اور یہ برکات آج بھی اسی آن بان اور شان کے ساتھ جاری وساری ہیں۔

ضرورت اس کی اہمیت کو سمجھنے اور اسی قرآنی ترتیب کے مطابق انہیں حاصل کرنے کی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی اللہ کے بندے کو تلاش کیا جائے کہ شیخ وہ ہستی ہے جو بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقسیم ہونے والی برکات کو دلوں میں انڈیل دے اور بندے کا تعلق رب العالمین سے کھرا کردے۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم سے قرآن کریم کی متعین کردہ ترتیب کو الٹ دیا ہے۔ قرآن حکیم نے تعلیم کتاب کو تزکیہ کے بعد رکھا ہے اور ہمارا سارا زور حصول تعلیمات پر ہے اور برکات نبوت کے حصول اور تزکیہ کی کوشش ہی نہیں کی جاتی اور نہ اسے اہم سمجھا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں اُمت اپنے اصل مقام سے نیچے گر چکی ہے۔ ہماری عبادات نہ کہ ہمیں برائی سے روکتی ہیں نہ بے حیائی سے۔ ہمارے اعمال بظاہر نیکی دیتے ہیں اور باطن میں نیت کا فتور انہیں بے نتیجہ بنادیتا ہے۔

اس عمومی گمراہی کے دور میں اگر کوئی کشتی نوح ہے تو یہی تزکیہ وتصوف کا شعبہ ہے۔ یہی وہ شعبہ ہے جو بندے میں از خود یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ بندے کے افکار وعقائد میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہی وہ شعبہ ہے جو عمل کی اصلاح کی فکر پیدا کرتا ہے یہی وہ شعبہ ہے جو عمل کی توفیق طلب کرنا سکھاتا ہے اور وہی اللہ کا ولی ہے کہ جس کے پاس بیٹھنے والوں کا کردار سدھرنا شروع ہوجاتا ہے۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

PS/CPL/15

جنوری 2013ء صفر/ربیع الاول 1434ھ

جلد نمبر 34 شمارہ نمبر 05

مدیر محمد اجمل

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم (اعزازی)

سرکولیشن مینیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	2
اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقہ ذکر		6
ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
انمول موتی	حافظ جمیل شاہ ایبٹ آباد	11
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	17
غزوہ ہند	ڈاکٹر اجمل نیازی	22
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	24
بہادر خواتین اسلام	سید سلیمان ندوی	31
ایمان	میجر (ر) غلام قادری	36
حضرت نوح علیہ السلام	اے۔خان	41
صلہ رحمی کے فضائل و برکات	حفیظ الرحمان	43
سوال وجواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	48
Translated Speech	Ameer Muhammad Akram Awan	53
Hayat-e-Javidan (Ch: 16)	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	56

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ، 235 روپے ششماہی

بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 سٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
افریقہ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس لاہور 042-36309053 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔

Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ ویب سائٹ سلسلہ عالیہ: www.0ursheikh.org

Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

منافقین کا حال

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا ان کا حال یہ ہے کہ جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اپنے سرداروں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو ٹھٹھہ کر رہے تھے یہاں منافقین کا حال تو بیان ہو ہی رہا تھا اللہ کریم نے ان کے سرداروں یا پیش رؤں کو شیاطین کا نام دیا ہے کہ جب اپنے شیطانوں کے پاس لوٹتے ہیں یعنی جو لوگ دین حق کے خلاف کوئی راہ نکالتے اور اس پر لوگوں کو چلانے کی سعی کرتے ہیں وہ بھی شیاطین ہیں اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ اللہ کریم انہیں ذلیل کرتا ہے اور ایسے الفاظ جب ذات باری کی طرف منسوب ہوں تو معنی بعید مراد ہوتا ہے وہ معنی جو اس فعل کا نتیجہ ہو۔

جس سے ٹھٹھا کیا جائے حقیقتاً مراد اس کو ذلیل کرنا ہوتا ہے تو اللہ ان کو اس طرح ذلیل کرتا ہے کہ اللہ انہیں اور ڈھیل دیتا ہے اور وہ گمراہی میں دھنستے ہی چلے جاتے ہیں۔ بظاہر حیات دنیوی پر خوش ہیں کہ ہم نے خوب داؤ لگایا کہ دعویٰ مسلمانی کا کر کے جس قدر فوائد ممکن تھے اسلام سے حاصل کیے اور جہاں قربانی دینے کا وقت آیا ہم جان بچا گئے۔ یہ لوگ اس حقیقت کو پا ہی نہیں سکتے کہ حقیقی فائدہ قربانی ہی میں ہے اور کس قدر عظیم ہے وہ انسان جس کے اوقات، جس کی قوتیں، جس کی دولت اللہ پر نچھاور ہو۔ یہ منافق تو ایسے لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہدایت دے کر گمراہی خریدی أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۔ گمراہی اور ہدایت ایک دوسرے کی ضد ہیں ان میں سے ایک حاصل ہوگی تو دوسری کو رخصت کر دے گی انسان کی ضرورت ہے ہدایت کی، صحیح راستے کی۔ اب جو کوئی گمراہی اختیار کرے گا تو اس نے ہدایت چھوڑ دی۔

مقاصد حج اور ہمارا طرزِ عمل

1981ء میں ایک صاحب مشاہدہ ساتھی نے حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کے نام ایک خط میں حجرِاسود پر دعا کا منظر کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا:

"حجرِ اسود پر پہلے بندر آتے ہیں' وہ لڑ رہے ہوتے ہیں۔ اوپر سے چیتا آتا ہے' پھر ریچھ آتا ہے۔ چیتے اور ریچھ کی لڑائی ہوتی ہے۔۔۔۔"

حضرت جیؒ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"شکلیں جانوروں کی ہیں لیکن ہیں انسان' رویت اشکال کے مراقبہ میں ساتھیوں کو دکھایا جاتا ہے۔ بعض ساتھیوں کو ویسے ہی ہو جاتا ہے۔"

تین دہائیوں بعد حج کے دوران حجرِاسود پر جو صورتِ حال دیکھنے میں آئی وہ اس سے کہیں دگرگوں ہے۔ مختلف گروہوں میں زور آزمائی کا وہ عالم کہ الامان' ایک خاتون اپنے محرم کے بازوؤں کے حفاظتی کلاوے میں تھی کہ دھکم پیل میں حجاب ندارد' سر کے بال بری طرح پراگندہ ہو گئے۔ حج ایک ایسی بھٹی ہے جس سے گزر کر ذاتی اصلاح کا وہ درجہ حاصل ہو کہ سابقہ گناہ دھل جائیں' رذائل ختم ہوں اور پھر سے رضائے الٰہی کے مطابق نئی زندگی کا آغاز ہو سکے۔ چار دانگ عالم سے فرزندانِ توحید "لبیک اللھم لبیک" پکارتے ہوئے حج کے لئے جمع ہوتے ہیں تو یہ یکجائی باہم اتفاق' محبت اور یگانگت کا درس دیتی ہے۔ منیٰ میں چند روزہ خیموں کی بستی موقع فراہم کرتی ہے کہ امتِ مرحومہ کے مسائل کا جائزہ لیں اور مشترکہ لائحہ عمل طے کریں۔ خطبۂ حج میں اگرچہ اس پہلو کا سرسری تذکرہ بھی ہوتا ہے لیکن اجتماعی رویے اس کے برعکس ہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ حج کی طویل مسافت کے دوران راستے کی صعوبتوں سے صبر' ایثار اور قربانی کا عملی سبق ملتا' باہم رفاقت و اخوت کا احساس پیدا ہوتا اور بزرگوں کی رہنمائی سے تربیت کا عمل جاری رہتا۔ فضائی سفر کا دور آیا تو دورانِ مسافرت اجتماعی تربیت کا عمل سرے سے مفقود ہو گیا۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ مختلف ممالک کے مابین جو سیاسی رقابتیں اور اختلافات ہیں' دورانِ حج اس کا اس طرح مظاہرہ ہوتا ہے گویا حرم' منیٰ اور عرفات سابقہ حساب چکانے کے میدان ہیں۔ افسوس کہ اس میں برصغیر کے مسلمان پیش پیش ہیں۔ بعض ممالک کے مسلمان نسلی تفاخر اور احساسِ برتری کا اس بری طرح شکار ہیں کہ اس کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کی حضوری کے ایسے مقامات پر کرنے سے بھی نہیں چوکتے جہاں شاہ و گدا ایک ساتھ صف بستہ نظر آتے ہیں۔ وہ خطبۂ حجۃ الوداع کا یہ پیغام بھول جاتے ہیں کہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ صبر' ایثار اور قربانی حج کا خاصہ ہونا چاہئے لیکن ہمارے اجتماعی مزاج میں خود غرضی غالب نظر آتی ہے۔ سبھی ممالک میں حجاجِ کرام کے لئے خصوصی حج تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تربیت مناسک حج کی ادائیگی تک ہی محدود ہے جبکہ مقاصد حج اور اس مہتمم بالشان عبادت کی روح اور آداب تربیتی نصاب میں شامل نہیں۔

دنیا بھر کے مسلمان ایک ملت ہیں اور آقائے نامدار ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق ایک ہی بدن کے اعضاء ہیں کہ جب کسی ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو پورا بدن اس درد کو محسوس کرتا ہے۔ اگر امتِ مرحومہ نے ایک اجتماعی قوت کی حیثیت سے دنیا بھر میں حق کو غالب کرنا ہے تو اس کے لئے باہمی اخوت' ایثار اور محبت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس کے لئے حج بہترین موقع ہے۔ افسوس کہ احساس ضرورت ہے نہ اس موقع کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ احساسِ زیاں پیدا ہو شاید ہمارے طرزِ عمل میں مثبت تبدیلی آسکے جو مقاصد حج کی تکمیل کے لئے ناگزیر ہے۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان، سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

اکیلا ہوں تو کیا غم ہے اکیلی ہی تو دنیا ہے
وہی ہوگا ترے جانے سے جو ملنے سے پہلے تھا

بکھر جاتا ہے گل جب شاخ سے کر لو جدا اس کو
نہیں ہوتا کبھی ویسا کہ جو کھلنے سے پہلے تھا

محبت ایک جنوں ہے چاک دامانی ہے خُواس کی
یہ پھر جُڑتا نہیں ہرگز کہ جو سلنے سے پہلے تھا

ذرا جنبش سے پلکوں کی بدل جاتا ہے سب منظر
نہیں ملتا وہ نظارہ کہ جو ہلنے سے پہلے تھا

ترے ملنے سے کتنی بستیاں آباد ہیں دل میں
مرا دل وہ نہیں جو ترے ملنے سے پہلے تھا

عجب ہے نغمگی دل میں عجب پر کیف عالم ہے
سحر ٹوٹا خموشی کا جو تار ہلنے سے پہلے تھا

نہ ٹھکراؤ اسے سیماب دِل بکھرا تو پھر بکھرا
نہ پاؤ گے کبھی یکجا کہ جو ملنے سے پہلے تھا

اقوالِ شیخ

۱...... شیخ وہ ہے جو بارگاہ رسالت علیہ الصلوۃ والسلام سے تقسیم ہونے والی برکات کو دلوں میں انڈیل دے اور بندے کا تعلق رب العالمین سے کھرا کر دے۔

۲...... جب تک تعلیمات کے ساتھ برکات نبوت رسول ﷺ حاصل نہیں ہوں گی تب تک آپ ﷺ کا نور دل میں نہیں اترے گا کردار نہیں بدلے گا۔

۳...... مسلمانوں کے پاس ایسی قوت ہونی چاہیے جو روئے زمین کی ساری انسانیت کو یہ حکم دے سکے کہ ہر کوئی اپنے حقوق کے دائرے میں رہ کر زندگی گذارے اور دوسروں کے حقوق میں مداخلت نہ کرے۔

۴...... ہر گناہ حیا کو ختم کرتا ہے اور بے حیائی کو جنم دیتا ہے۔

۵...... اسلام کسی فرد کو اقتدار میں لانے کا نام نہیں اسلام تو اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کا نام ہے

۶...... ایمان قلب ہی کی ایک کیفیت ہے جو یقین کے نام سے موسوم ہے

۷...... جب قرآن نے یہود و انصاریٰ سے دلی دوستی کو حرام قرار دیا اور مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ سے دلی دوستی کی تو پھر اللہ کی نافرمانی مسلمانوں کو وہاں لے گئی جہاں یہود و نصاریٰ نے ان پر سواری شروع کر دی۔

۸...... سارے علوم انتہا تو یہ ہے کہ بندے کو اپنی حیثیت اور اللہ کی عظمت کا اندازہ ہو جائے۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔

ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد ورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

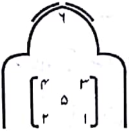

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطے کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھُو'' کی چوٹ عرشِ عظیم سے جا ٹکرائے۔

یقینی فلاح۔ تزکیہ اور اسم ذات

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ماہانہ اجتماع 9 ستمبر 2012

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی o وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی o بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا o وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی o اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی o صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی o (الاعلیٰ:14-19)

سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ o

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا. عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ.

ارشاد باری ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وہ یقیناً فلاح پا گیا جس نے تزکیہ حاصل کر لیا۔ فلاح بہت وسیع لفظ ہے اس کا معنی کامیابی لکھا جاتا ہے لیکن اس سے مراد عام کامیابی نہیں۔ جب قرآن کریم اس لفظ کو استعمال فرماتا ہے تو اس سے مراد ہے کہ دنیا اور آخرت کے ہر میدان میں کامیابی۔ زندگی میں کامیاب رہا۔ موت میں، برزخ میں کامیاب لوگوں میں رہا، میدان حشر میں کامیاب لوگوں میں ہوگا، آخرت میں کامیاب ہوگا۔ اور اسے قَدْ اَفْلَحَ فرمایا یعنی جو کام بہت ہی یقینی ہو، وہ آئندہ بھی ہونے والا ہو تو اسے ماضی کے صیغے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایسا ہو چکا۔ یعنی قطعی یقینی کام اگر آئندہ ہونے والا ہے تو بھی اسے ماضی کے صیغے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اتنی بڑی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہر مقام، ہر جگہ، ہر امتحان ہر ابتلاء میں کامیابی ہو۔ فرمایا مَــــنْ تَــزَکّٰی، تزکیہ کا مطلب ہے صاف ہونا، پاک ہونا، بے عیب ہونا، جس پر کوئی داغ نہ ہو۔ منصب نبوت ہے کہ نبیؐ لوگوں کا تزکیہ فرمائیں۔ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (آل عمران: 164) کہ میرے حبیب ﷺ لوگوں کو اللہ کی آیات پیش فرماتے ہیں۔ جو قبول کرے اس کا تزکیہ فرماتے ہیں اور اُسے کتاب اور حکمت کی تعلیم فرماتے ہیں۔ تزکیہ صرف صفائے ظاہر کا نام نہیں بلکہ یہ ایک کیفیت قلبی کا نام ہے کہ دل پاک ہو جاتا ہے۔ دل کی پاکیزگی کا مدار توحید کے یقین پر، رسالت مآب ﷺ کی رسالت پر پختہ یقین پر، آخرت، عذاب و ثواب، ملائکہ اور تمام ضروریاتِ دین پر پختہ یقین سے نصیب ہوتا ہے۔ ہم یقین کو کیسے جانچ سکتے ہیں؟ یقین کا پتہ کردار سے چلتا ہے۔ جتنا ایمان مضبوط ہوگا اتنا انسان نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ جتنا ایمان کمزور ہوگا اتنی بندے سے اطاعت الٰہی اور اتباع نبوت چھوٹتا رہے گا۔ اتباع رسالت مآب ﷺ میں یہ خوبی ہے کہ آپ ﷺ کا پرتو جمال اتباع کرنے والے کے دل میں آ جاتا ہے۔ عام انسانی مزاج ہے کہ آپ کسی کی نقل کریں تو اس کی عادات کا اثر بھی آپ میں آ جاتا ہے، اس کی صفات کا عکس بھی آ جاتا ہے۔ آپ کسی گانے والے کی نقل میں گانا شروع کر دیں تو اس کے مزاج کا اثر آپ کے مزاج میں آ جاتا ہے۔ آپ کسی کی تقریر اچھی طرح یاد کر کے لوگوں میں بیان کرنا شروع کر دیں تو کسی حد تک آپ میں اس شخص کا مزاج آ جاتا ہے۔ آپ کسی کھیل میں کسی کھلاڑی کی نقل شروع کر دیں تو اس کے مزاج کا پرتو آپ میں آ جائے گا۔ حالانکہ عام آدمی میں تو بہت

نہیں ہوتی، خود انسانی مزاج قبول کرتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا تو منصب جلیلہ یہی ہے کہ تزکیہ فرمائیں تو جو بندہ ہر کام میں آپ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو حضور ﷺ کا پرتو جمال اس کے دل میں آ جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر بات میں اتباع سنت کا خیال ہوتا ہے بار بار ذات عالی ﷺ قلب میں اترتی ہے، ذہن میں یاد تازہ ہوتی ہے، زبان پر نام مبارک آتا ہے۔ اور یہ ایسی ذات عالی ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر مبارک کا ادب خود اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ صلوٰۃ سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ جو قرب نماز میں بندے کو نصیب ہو سکتا ہے وہ قرب الٰہی کسی دوسرے عمل میں نہیں ہے۔ نماز میں آپ اللہ کریم کی ثناء کرتے ہیں، اپنی گزارشات پیش کرتے ہیں، قرآن کریم کی تلاوت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، رکوع کرتے ہیں، سجود کرتے ہیں، التحیات میں جب بیٹھتے ہیں تو ذکر خیر شروع ہو جاتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ سلامتی ہو آپ پر اے اللہ کے نبی۔ پھر تشہد میں اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پھر آپ ﷺ کی ذات پر درود ابراہیمی، تو تشہد سارے کا سارا صلوٰۃ و سلام، رسالت کی گواہی اور درود سے پُر ہے اور آخر میں آپ اپنے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ کریم نے اس عظیم عبادت میں بار بار ذکر خیر کا حکم کیوں دیا، اس کی بے شمار حکمتیں ہیں جو وہ خود جانتا ہے حکیم مطلق جانتا ہے۔ لیکن اس کا ایک حاصل یہ بھی ہے ایک بات بڑی واضح نظر آتی ہے کہ عین حالت نماز میں بار بار حضور ﷺ کا ذکر خیر یہ پرتو جمال اخذ کرنے کی ایک صورت ہے۔ انوارات قلب اطہر ﷺ کو دل میں لانے کی ایک صورت ہے۔ اور جس کو یہ صورت نصیب ہو جائے "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی" جس نے تزکیہ کو پالیا اس نے ہر طرح کی کامیابی حاصل کر لی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک کامیابیوں کا معیار کیا ہے۔ اگلی سے اگلی آیت اسے واضح بیان فرما رہی ہے۔ لیکن درمیان میں ایک اور بات آ گئی کہ تزکیہ کا حاصل کیا ہے یا تزکیہ اگر نصیب ہو تو کیا ہوتا ہے؟ اگر بخار ہو تو جسم گرم ہو جاتا ہے، سردی محسوس ہوتی ہے، دل گھبراتا ہے۔ درد ہو تو تکلیف ہوتی ہے، چوٹ لگے تو درد ہوتا ہے۔ یعنی ہر چیز کے آثار ہوتے ہیں۔ تزکیے کا اثر کیا ہے، کیا نتیجہ ہے؟ وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی ○ تزکیہ کا پھل ہے اللہ کے نام نامی کا اسم ذات کا ذکر نصیب ہو جانا فَصَلّٰی اور اللہ کی عبادت پورے خلوص و اطمینان سے نصیب ہو جانا۔ یعنی جب تزکیہ ہوتا ہے تو اسم ذات نصیب ہو جاتا ہے اور ذکر اسم ذات کی خصوصیت ہے کہ خلوص سے اللہ کی عبادت نصیب ہو جاتی ہے۔ عبادت صرف نماز، روزہ یا فرائض و واجبات کا نام نہیں ہے۔ نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کے علاوہ بھی بہت سے فرائض ہیں، سنن بھی ہیں واجبات بھی ہیں۔ ایک مسلمان کی پوری زندگی فرائض سنن، واجبات اور مستحبات سے عبارت ہے۔ وہ ماں باپ کی خدمت کرتا ہے، اولاد کو پالتا ہے، فرض ہے۔ لوگوں کے ساتھ دیانتداری سے برتاؤ کرتا ہے، اپنی job سے دیانتداری کرتا ہے، یہ فرض ہے۔ لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا ہے، سنت ہے۔ حسن معاشرت سنت ہے، حسن لباس سنت ہے تو گویا ہر کام، زندگی کا ہر کام یا فرض ہے یا سنت ہے یا واجب ہے یا نفل ہے۔ تو جب تزکیہ نصیب ہوتا ہے تو ذکر اسم ذات نصیب ہوتا ہے۔ ذکر اسم ذات نصیب ہو تو ہر کام خلوص نیت سے رضائے الٰہی کے لئے کیا جاتا ہے۔ فَصَلّٰی۔ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو ہر کام عبادت ہو جاتا ہے۔ جیسے صحابہ کرامؓ کے بارے ارشاد ہوتا ہے۔ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا (الفتح: 29) اے مخاطب! تو انہیں جب بھی دیکھے گا رکوع اور سجود میں دیکھے گا۔ تو کیا صحابہؓ صرف نمازیں پڑھتے رہے؟ انہوں نے تو ایک عالم تسخیر فرمایا، ایک دنیا میں تبلیغ فرمائی، ایک دنیا کو انصاف سے بھر دیا، زندگی کے سارے امور بہترین طریقے سے انجام دیئے۔ اس کا مطلب ہے کہ ان کا ہر کام رکوع و سجود شمار ہوتا تھا۔ رکوع و سجود سے مراد ہے کمال اطاعت۔ تو جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ تو انہیں جب بھی دیکھے گا رکوع و سجود میں دیکھے گا تو اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ انہیں جب بھی دیکھے گا کمال اطاعت الٰہی میں پورے

خلوص سے ڈوبا ہوا دیکھے گا۔ کسی بھی درخت کا جو پھل ہوتا ہے وہی اس کا بیج بھی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جن کا تزکیہ فرمایا، ایک نگاہ میں اُن کا تزکیہ ہوگیا۔ جس کو ایمان نصیب ہوا، پھر جسے ایک نگاہ نصیب ہوگئی اس کا تزکیہ ہوگیا۔ لیکن اس تزکیہ کا نتیجہ کیا ہے "ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ" (الزمر:23) کھال سے لے کر نہاں خانہ دل تک ان کے وجود کا ہر سیل ذاکر ہوگیا۔ یہ تزکیہ کا پھل تھا اور جو جس شجر کا پھل ہوتا ہے وہی اس کا بیج بھی ہوتا ہے۔ تزکیہ ہو تو ذکر دوام نصیب ہو جاتا ہے اور ذکر نصیب ہو تو تزکیہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح ذکر اسم ذات تزکیہ کا پھل اور حاصل ہے اسی طرح ذکر اسم ذات تزکیہ کا بیج بھی ہے۔ جس پر صوفیاء ساری عمر محنت کرتے ہیں کہ ذکر اسم ذات کرایا جائے تاکہ برکات نبوت نصیب ہوں، تجلیات باری نصیب ہوں اور انسان کا تزکیہ ہو جائے لیکن رکاوٹ کہاں آتی ہے؟

"بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا o" لوگ کامیابی کا مفہوم نہیں جان سکتے۔ لوگ دنیا کی زندگی، دنیا کی دولت، دنیا کے اقتدار، حیات دنیا کی چیزوں کے حصول کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اسے فوقیت دے دیتے ہیں "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا o" دنیا کی زندگی کو، دنیا کی نعمتوں کو، دنیا کے اقتدار کو، دنیا کے مال و دولت کو، دنیا کے عیش و عشرت کو، تزکیہ پر، آخرت پر، فلاح پر فوقیت دے دیتے ہیں۔ آپ نے عمومی طور پر دیکھا کہ ہم دنیا کے کام کرنے کے لئے آخری حد تک ہمت کرتے ہیں لیکن ذرا طبیعت خراب ہوئی تو اللہ کی نماز چھوٹ گئی، اللہ کا ذکر چھوٹ گیا۔ تلاوت روزانہ کرتے تھے آج سر میں درد تھا آج چھوٹ گئی۔ لیکن دفتر جانا نہیں چھوٹا، روٹی کھانا نہیں چھوٹا، مزدوری کرنا نہیں چھوٹا، دنیا کا کام نہیں چھوٹا لیکن دین چھوٹ گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم دنیا کو فوقیت دے دیتے ہیں، اسے زیادہ ضروری سمجھ لیتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زیادہ دولت جمع کر لی، کامیاب ہوگئے۔ کوئی عہدہ پالیا، کامیاب ہو گئے۔ جائیدادیں بنا لیں، کامیاب ہو گئے۔ فرمایا "وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی o" اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے، آخرت اس سے کہیں بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر دنیا آپ استعمال بھی کر لیں تو پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جتنی دنیا جمع کرتے ہیں اسے استعمال نہیں کر سکتے، سانپ بن کر بیٹھے رہتے ہیں۔ لیکن اگر آپ استعمال بھی کر لیں تو پھر بھی یہ فانی ہے۔ آپ ساری عمر مال جمع کرتے رہیں، سونے کا ڈھیر بنا لیں موت آئے گی تو آپ کو لے جائے گی۔ وہ ڈھیر پتہ نہیں کس کے پاس جائے گا۔ اگر آپ کے پاس رہے بھی تو اسے فنا ہو جانا ہے۔ آخرت اس سے کہیں بہتر بھی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس میں نقصان نہیں ہوگا وہ آپ سے کوئی نہیں چھینے گا، وہ آپ کے ہاتھ سے کہیں نہیں جائے گی۔ اور فرمایا اس فلسفے یا اس بات میں کہ تزکیہ حاصل کرنے والوں نے کامیابی حاصل کی اور تزکیہ ہو تو ذکر اسم ذات نصیب ہوتا ہے اور اللہ کی اطاعت نصیب ہوتی ہے، اس میں رکاوٹ یہ چیز بنتی ہے کہ ہم آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے لگتے ہیں۔ ترجیح آخرت کو دی جائے۔ دو میں سے ایک نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حضور ﷺ کے ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ دو میں سے ایک طرف کا نقصان اٹھانا پڑتا ہے یا آخرت کا یا دنیا کا۔ کوئی رشوت نہیں لیتا تو ایک طرف سے اس کا دنیا کا نقصان ہے، لیتا ہے تو آخرت کا نقصان ہے۔ کوئی کام میں بددیانتی نہیں کرتا تو لوگ سمجھتے ہیں یہ بے وقوف ہے، کرتا تو اتنے پیسے کما لیتا۔ اس کا دنیا کا نقصان ہے مگر بددیانتی کرتا ہے تو آخرت کا نقصان ہے۔ تو یہاں ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں کہ دنیا کو ترجیح دے دیتے ہیں اور نقصان آخرت کی طرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ترجیح آخرت کو دینی چاہیے، دنیا کا نقصان ہوتا ہے تو ہو۔

اور آخرت دنیا سے بہت بہتر اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ "اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی" یہ فلاسفی پہلی کتابوں اور پہلے صحائف کا حاصل بھی ہے۔ "صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی" جو صحیفے

بقیہ صفحہ نمبر 40 پر

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،
یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میرِ کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کر سکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

حضرت جیؒ کی محافل کے انمول موتی

حافظ جمیل شاہ ایبٹ آباد

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ علیہ گاہے بگاہے پاکستان کے اندرونی دوروں پر تشریف لے جاتے اور راولپنڈی اسلام آباد آپ کی راہ گزر ہوتی۔ اس وجہ سے راولپنڈی کے احباب کی خوش قسمتی کہ حضرتؒ کا قیام اسلام آباد میں بٹ صاحب کے گھر ہوتا۔ راولپنڈی میں قیام کی وجہ سے جب بھی حضرتؒ کی تشریف آوری کی خبر ہوتی اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ بندہ اپنی پرانی عادت سے مجبور تھا کہ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی سادہ سی کاپی اور قلم اپنی جیب میں ضرور رکھتا تھا کہ جب بھی حضرتؒ کی محفل جمی ہوتی، آپ کے فرمودات کو نوٹ کرنا شروع کر دیتا۔ بعض احباب نے سرزنش بھی فرمائی کہ اس کام کو چھوڑیں اور حضرتؒ کی محفل سے استفادہ کریں لیکن میں چھپ چھپا کر اپنی عادت پوری کر لیتا۔ تلاش بسیار کے بعد آج وہ پرانی سی کاپی ہاتھ آئی تو اپنی بساط کے مطابق حضرتؒ کے نقل کردہ ارشادات لے کر پھر حاضر ہوں۔ ان میں شاید کوئی ترتیب نہ ہو لیکن اس امید پر کہ شاید یہ امانت احباب تک پہنچ جائے۔ اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوئی تو یہ میری کم ظرفی ہوگی۔

غالباً اسلام آباد سے آئے ہوئے مولوی صاحب نے غیب اور کشف پر اعتراضات کرنے شروع کر دیئے اور فرمانے لگے کشف قبور کا دعویٰ کرنا علم غیب کا دعویٰ کرنا ہے اور یہ کفر ہے یعنی کشف شرک ہے۔

اس کے جواب میں حضرتؒ فرمانے لگے۔ صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کو ذکر الٰہی، مجاہدہ اور ریاضت کے ثمرہ کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکاشفہ اور مشاہدہ کی جو نعمت عطا ہوتی ہے تاریخ تصوف اس سے بھری پڑی ہے۔ مگر کچھ لوگ جنہیں ان مقدس ہستیوں سے خدا واسطے کا بیر ہے ان کے اس وصف کا انکار کرنے کے لیے راہیں نکال لیتے ہیں۔

آپ کا یہ سوال کہ قرآن مجید نے علم غیب کی مخلوق سے نفی کی ہے، صرف رسولوں پر اظہار فرمایا ہے اس سوال کا جواب تفصیل طلب ہے۔ سنئیے! علم غیب سے مراد وہ علم ہے جو حواس ظاہری و باطنی اور عقل سے حاصل نہ ہو بلکہ باخبار اللہ یا باعلام اللہ یا باخبار الرسول حاصل ہو۔ جو علم حواس یا عقل سے حاصل ہو گیا وہ غیب نہ رہا لا یعرف بالحواس ولا بداھۃ العقل اور آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الخ، سورۃ الجن: ۲۶۔

اور غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ)

اس میں علم یقینی قطعی کی نفی ہے جو انبیاء کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے علم ظنی کی نفی نہیں ہے اور علم قطعی استقلالی کی نفی ہے، غیر استقلالی کی نفی نہیں۔ اس علم کی نفی ہے جس سے کلیات و جزئیات کا احاطہ ہو جائے، جزوی واقعات کی نفی نہیں ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص استقلالی قطعی یقینی علم کا مدعی ہو تو وہ کافر ہے۔ یعنی ایسا شخص علم ذاتی کا قائل ہے کسی ذریعہ، واسطہ اور وسیلہ کا قائل نہیں ہے مگر جو شخص اس بات کا بھی منکر ہو کہ جزوی واقعات کا علم کسی واسطہ سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا تو اسے اپنے متعلق خود سوچنا چاہیے کہ وہ کیا ہے۔ مثلاً حضرت خضرؑ پہ حضرت موسیٰؑ کی ملاقات کا ذکر قرآن مجید میں تفصیل سے موجود ہے۔ یہ جزوی واقعات حضرت خضرؑ پہ منکشف ہوئے مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نہ ہوئے تو کیا اس کے انکشاف کو علم غیب کہیں گے۔

علامہ شامی نے رسالہ "الحسام الھندی النصرۃ مولانا خالد نقشبندی ۲، ۳۱۳ پر ان دو آیتوں پر بحث کی ہے۔

اول فَلاَ یُظھِرُ عَلیٰ غَیبِہٖ اَحَدًا ○

دوم وعِندَہٗ مَفَاتِحُ الغَیب

یہ دو آیتیں جو سوال میں مذکور ہیں منافی نہیں۔ کیونکہ انبیاء اور اولیاء کو علم ہوتا ہے یہ باعلام اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مطلع فرماتا ہے اور ہمیں اس امر کا علم انبیاء اور اولیاء کے بتانے سے ہوا۔ یہ علم باری تعالیٰ کے علم کے سوا ہے جس میں ذاتِ باری تعالیٰ منفرد ہے۔

علم باری اس کی صفات سے ایک صفت ہے جو قدیم ہے، ازلی ہے، ابدی ہے جو تغیر و تبدل و حدوث و نقص، مشارکت اور تقسیم سے پاک ہے۔ بلکہ وہ علم واحد ذاتی ہے اس ایک علم سے تمام معلومات کلیات و جزئیات ما کان و ما یکون کو جانتا ہے جو نہ ضروری ہے، نہ کسبی ہے، نہ حادث ہے بخلاف علم تمام مخلوقات کے۔ جب یہ مقرر ہو گیا تو علم باری تعالیٰ جس کا ذکر ہوا، جس علم سے باری تعالیٰ کی مدح کی جاتی ہے اس علم میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ علم غیب ہے جس پر وہ کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس علم قدیم ذاتی کے بغیر جزوی واقعات کا علم جو انبیاء اور اولیاء کو ہو جاتا ہے وہ خود اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اس علم پر غیب کا اطلاق نہیں ہوتا۔ انبیاء اور اولیاء قدرت نہیں رکھتے کہ استقلالی علم پر قادر ہوں۔ پھر جو علم انبیاء اور اولیاء کو دیا گیا اس سے کوئی محال لازم نہیں آتا۔ اس جزوی علم کا انکار کرنا محض عناد اور ضد کی وجہ سے ہے۔ اس جزوی علم سے علم باری میں شرکت لازم نہیں آتی جس علم میں وہ منفرد ہے، جس علم سے اُس کی مدح کی جاتی ہے۔

امام رازی نے یہی حقیقت یوں بیان فرمائی۔

(تفسیر کبیر: جلد۶: صفحہ۶)

"خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ بذاتہٖ ہے، تمام معلومات کا عالم ہے، تمام اوقات میں عالم ہے، علم واحد سے تمام معلومات کو جانتا ہے۔ یہ علم متغیر نہیں ہوتا، یہ علم ذات باری کو لازم ہے۔ علم باری تعالیٰ حدوث و امکان سے پاک ہے۔ انسان بلکہ تمام ذی عقل مخلوق رب العالمین کے علم میں شریک نہیں۔

امام رازیؒ کی تفصیل یوں سمجھیے کہ علم کے کل چھ حصے کیجئے۔ پانچ حصے علمِ باری تعالیٰ ہے۔ چھٹے حصے میں پھر نصف کے برابر گویا باری تعالیٰ کا علم ہے اور نصف باقی پوری کائنات میں تقسیم کر دو۔ مخلوق شاید ریت کے ذرے کے برابر بھی نہ بنے پھر وہ ذرہ بھر علم جو مخلوق کو عطا ہوا اس کی حقیقت یہ ہے کہ مخلوق کا علم ذاتی نہیں اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ

ہے۔ مخلوق اس علم پر خود قادر نہیں۔ یہ علم حادث ہے خواہ حصولی ہو یا حضوری۔ اس علم میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ یہ علم کسی واسطہ سے حاصل ہوتا ہے مثلاً وحی و کشف، الہام، خواب، تجربہ وغیرہ سے۔ مخلوق ایک علم سے تمام کائنات کو نہیں جانتی اور ہر وقت نہیں جانتی۔ اس کے برعکس خالق کے علم کی خصوصیات یہ ہیں کہ:

علم باری تعالیٰ بذاتہٖ ہے کسی کا عطا کردہ نہیں۔ حضوری، قدیمی ہے حصولی نہیں جیسا کہ اس کی ذات قدیم ہے۔ باری تعالیٰ اس علم پر خود قادر ہے۔ مخلوق میں صفتِ قدرت مفقود ہے، وہ محتاج ہے۔ باری تعالیٰ ایک علم سے تمام معلومات کا عالم ہے۔ باری تعالیٰ تمام اوقات میں تمام معلومات کا علم رکھتا ہے۔

خالق اور مخلوق کے علم کی اِن خصوصیات کو سامنے رکھیں اور سوچیں کیا کوئی ذی ہوش انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ مخلوق اپنے خالق کے علم میں شریک ہے اور اگر کوئی کہہ دے تو اس کے کفر میں شک کی گنجائش کہاں باقی رہ جاتی ہے......

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے بارے میں بات چلی تو فرمانے لگے! ایک صاحب نے مجھ سے استفسار کیا کہ سلسلہ نقشبندیہ تو روحانی ہے وہ ظاہری بیعت تو نہیں لیتے آپ اس سلسلہ میں ہونے کے باوجود ظاہری بیعت بھی لیتے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ سلسلہ اولیسیہ روحانی ہے اس میں روح سے فیض لیا بھی جاتا ہے اور روح کو فیضیاب کیا بھی جاتا ہے۔ لیکن یہ سب اس صورت میں ممکن ہے کہ پہلے روح سے تعلق اور رابطہ ہو۔ یہ رابطہ کوئی زندہ، صاحب جلال و کمال، کشف و کلام کا ماہر، سلوک کے منازل میں، کم از کم فنا فی اللہ اور بقاء باللہ تک ہو صرف وہی پہلے لطائف و مراقبات کروا کے، کسی کو برزخ تک پہنچا کر، کسی بزرگ سے تعلق و رابطہ پیدا کروا سکتا ہے۔ ہمارے اور برزخ کے درمیان ہزار ہا حجابات حائل ہیں۔ گویا اس ربط کے بغیر کسی فوت شدہ بزرگ سے فیض حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ میں چونکہ نقشبندی سلسلہ سے تعلق رکھتا ہوں، اویسی اس کی شاخ ہے۔ ظاہری بیعت اب اس لیے لے لیتا ہوں کہ تجربے میں آیا ہے کہ تعلق و نسبت سے کم از کم عقائد و اعمال درست ہو جاتے ہیں، روحانی فیض کی تو سب میں اہلیت نہیں۔ میں بھی پہلے ظاہری بیعت نہیں لیتا تھا بلکہ منازلِ سلوک طے کروا کر نبی ﷺ، حضرات ابوبکرؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ کے ہاتھ پر روحانی بیعت کرواتا تھا۔ اب چونکہ عوام الناس میں اس کی اہلیت نہیں، ہاں کوئی ایسا قابل ہو تو اس کی اب بھی کرواتا ہوں۔ پہلے صوفیاء کی جماعتیں کم ہی کس کو یہاں تک پہنچاتے تھے یا تو خود تخلیہ میں رہتے تھے یا زیادہ سے زیادہ کسی کے قلب پر انگلی رکھ کر اللہ اللہ کرنے کو کہہ دیتے۔

دنیا کی بے ثباتی کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا۔ یہ وطن ہمارا نہیں، ہم چند روز کے لیے بطورِ مسافر آئے ہیں۔ آخرت کے لیے زادِ سفر تیار کرنے کا اب وقت ہے۔ دنیا کا حصول ہی اصل مقصد نہیں ہے، موت کے وقت یہ دنیا کی زندگی خواب کی طرح محسوس ہوگی۔ روئے زمین پر بسنے والے سب سے طویل العمر حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ یہ ان کا معجزہ اپنی ذات کے بارے میں تھا کہ نہ دانت گرے، نہ نظر کمزور ہوئی، نہ بال سفید ہوئے، نہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء میں کمزوری ہوئی، کانوں کی شنوائی بالکل درست تھی۔ 1600 سال دنیا میں گذارنے کے بعد جب

ان کی روح قبض ہوئی فرشتے نے اِن سے پوچھا، اے لمبی عمر پانے والے نبیؑ ! آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟ جواب میں فرمایا دنیا کے دو ہی دروازے دیکھے، ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔ حضرت نوحؑ کی قبر منیٰ میں ہے طوفان نوح کے بعد بیت اللہ کی تعمیر کے لیے یہاں آئے لیکن نصیب نہ ہوا۔

سلوک کے بارے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ اس کے دو رکن ہیں اور رکن سے چیز مرکب ہوتی ہے۔ یہ کمرہ چار دیواروں اور چھت سے مرکب ہے۔ اگر چھت اُتار لیں تو یہ ''کھولا'' رہ جائے گا اور اگر دیواریں گرا دیں تو برآمدہ۔ سلوک کے دو رکن ہیں۔ پہلا شریعت آقائے نامدار ﷺ کہ جو کام کیا جائے حضور ﷺ سے پوچھ کر کہ حضور ﷺ کا اس بارے میں کیا فرمان ہے۔ حضور ﷺ کی مخالفت کر کے کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی۔ ہم کمزور ہیں غلطی تو ہوسکتی ہے لیکن کبھی ارادۃً غلطی نہیں کریں گے۔ تمام کمالات کے دروازے اب بند ہو چکے ہیں سوائے اتباع محمد ﷺ کے، حضور ﷺ کی اتباع سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ یہ جہلا کا مقولہ ہے کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے۔

شریعت تین چیزوں سے مرکب ہے۔ عقائد ،اعمال اور خلوص ۔شریعت کو ایک درخت تصور کریں تو عقائد اس کی جڑیں، اعمال اس کا تنا اور شاخیں ہیں۔ اس پہ لگنے والے پھل کو خلوص کہتے ہیں اور اسی کے حصول کو تصوف کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ شیخ سے عقیدت و انس قلبی ضروری ہے۔ دل میں ذرا سی کدورت آئی تو فیض رکنے لگا اور شریعت میں خلل سے ایمان کمزور ہوجاتا ہے۔ درود شریف کی فضیلت کے بارے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے، کسی ولی اللہ پر قرض زیادہ ہوگیا، قرض خواہ نے مقدمہ کردیا لیکن اس کے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ تھا۔ رات مراقبہ فنافی الرسول میں حضور اکرم ﷺ سے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا۔ آقا ﷺ نے فرمایا، عراق کے فلاں وزیر کو کہو وہ قرض کے لیے رقم دے گا۔ کہنے لگا، حضور ﷺ یہ کیسے ممکن ہے جب تک کوئی نشانی نہ ہو وہ اعتبار کیسے کرے گا۔ تو فرمایا، اس کو میرا سلام کہنا اور بتانا کہ روزانہ جو تمہارا درود شریف کا تحفہ مجھے پہنچتا ہے فلاں روز نہیں پہنچا ''یہی نشانی ہے''۔ وہ شخص گیا نبی اکرم ﷺ کا سلام کہا اور قرض کا واقعہ بیان کیا۔ وزیر رونے لگا اور اس نے بتایا کہ ہر روز میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتا ہوں۔ اس روز کچھ حکومتی مصروفیات کی وجہ سے چھوٹ گیا اور فرصت نہ ملی۔ گھر سے رقم لاکر قرض اور خرچ کے لئے دی اور کہا آئندہ جب بھی کوئی ضرورت در پیش ہو مجھے مطلع کرنا۔ اگلی تاریخ پیشی پر جب اس مرد خدا نے ادائیگی کے لیے رقم نکال کر رکھی تو قاضی نے کہا کہ چند روز قبل تو تم افلاس کا ذکر کرتے تھے آج بھلا یہ رقم کہاں سے آئی۔ اُس نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ قاضی نے رقم لوٹا دی اور کہا یہ رقم میں ادا کرتا ہوں لیکن مدعی کہنے لگا میں تو اب معاف کرتا ہوں۔

درود شریف کی کثرت سے حوادث و مصائب کم ہوتے ہیں۔ رزق، اولاد میں برکت ہوتی ہے الا ماشاء اللہ ،اور میدانِ حشر میں قرب رسول نصیب ہوگا۔ سید الانبیاء ﷺ کی خدمت میں درود شریف پیش ہونے کا ذکر فرمایا اور

اس کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔

۱) تازہ کھلا ہوا پھول

۲) دو تین روز کا ٹوٹا پھوٹا پھول

۳) مسخ شدہ کلیوں کی صورت میں

یہ فرق محض پڑھنے والے کی طرف سے محبت و خلوص کا ہے۔

ایک ساتھی نے سوال کیا، کسی شخص نے آپ کو اپنے والد کے عذاب کے بارے میں لکھا پھر آپ نے جواب دیا عذاب میں تخفیف ہوئی ہے۔ یہ کس علم کے ذریعہ ہوسکتا ہے؟ جواب میں فرمایا۔ یہ نور نبوت سے پتہ چلتا ہے۔ سلوک میں عام طور پر یہ علم حاصل ہو جاتا ہے لیکن نہ یہ مقصد ہے اور نہ قرب کی دلیل۔ لطائف کے منور ہو جانے سے یہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ حدیث میں کتنے واقعات موجود ہیں۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے معراج میں فرشتے دیکھے۔ حالانکہ اُن کا کلام ولباس لطیف ہے، کان ان کی بات نہیں سُن سکتے لیکن وہ ہمارا کلام سنتے ہیں۔ راستے میں حضور ﷺ کی ملاقات انبیاء کرام سے ہوئی۔ بخاری و مسلم میں موجود ہے، بیت المقدس میں اذان و جماعت ہوئی، قیامت کا مسئلہ پیش ہوا، حضرت آدم سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے سلام کیا، جواب میں حضرت آدمؑ نے فرمایا! میرے بیٹے خوش آمدید۔ حضرت ابراہیمؑ کا امت محمد یہ کے لیے سلام کہنا اور کہنا جنت چٹیل میدان ہے۔

لہذا یہ بھی تو علم نبوت میں سے ہے۔ کوئی تو ایسا بھی ہو جو اس کا حامل و ماہر ہو۔ اس فن کے لوگ دراصل نابود ہو چکے ہیں۔ اس لیے آج اس کا انکار ہے جیسے پرانا کفر اسلام اور پرانا اسلام کفر بن جاتا ہے اسی طرح آج ہم پر تنقید ہوتی ہے۔ نیز فرمایا حضور ﷺ سے علم نبوت اور نورِ نبوت دونوں چیزیں چلی آ رہی ہیں۔ علم نبوت حدیث و قرآن تو سکھ یہودی اور ہندو بھی حاصل کر سکتے ہیں لیکن نورِ نبوت صرف مومن کو ملتا ہے۔ حتیٰ کہ گنہگار و بدکار مومن بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ چیزوں کی حقیقت تو صرف نورِ نبوت سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا حصول ضروری ہے۔ فرمایا، برزخ سامنے دکھائی دیتا ہے۔ راستہ لمبا اور دشوار ہے۔ اقارب ورشتہ دار تو مُردے کو نہیں اپنے فائدے کو روتے ہیں۔ تن وتنہا حساب و کتاب ہونے والا ہے۔ آباء واجداد کی قبور تک کا ہمیں اب علم نہیں، یہی حساب ہمارا ہوگا۔ خصوصاً آخر میں اللہ کی طرف متوجہ رہیں۔ جوان سب کام کریں، ڈیوٹی ٹھیک کریں، سب چیزیں ٹھیک کریں، بیوی بچے غرضیکہ ہر کام کریں لیکن اللہ کو نہ بھولیں۔

چیست دُنیا از خدا غافل بودن
نے قماش ونقرہ و فرزندوزن

دنیا ہر وہ چیز ہے جو خدا سے غافل کرے۔

بیوی بچے، دنیا کا مال و دولت، اللہ سے غافل کریں تو دنیا ورنہ نہیں۔ ایک عالمِ ربانی کا اصل کام یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو کفر سے نکال کر اسلام کے دائرہ میں لائے۔ یہ کہاں کا علم ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل مسلمانوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر کفر میں دھکیلتا چلا جائے اور خوشی سے پھولے نہ سمائے کہ بڑا کام کر دیا ہے۔

ایک دفعہ سب احباب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ آپ لوگ جہاں بھی رہیں اپنا کام خوب کریں لیکن

اللہ اللہ بھی کرتے رہیں۔ خلوص اور استقامت ضروری ہے۔ کئی لوگ اس راہ میں ناکام رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ابتداً انہوں نے خلوص سے شروع نہیں کیا ہوتا۔ مختلف ارادے لے کر آتے ہیں۔ وہ مقصود پورا نہ ہوا تو چھوڑ بیٹھے۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے خلوص اور للّٰہیت اولین شرط ہے۔ ہر شخص میں اللہ نے جو استعداد رکھی ہے اس کو اتنا ہی فائدہ ممکن ہے۔

ابو طالب زندگی بھر حضور ﷺ کے ساتھ رہے لیکن استعداد نہ ہونے کے سبب خالی رہے۔ منارہ میں قیام کے بارے فرمایا کہ ہمارے اجتماعات محض اخروی زندگی کو درست کرنے اور دین کو سیکھنے کے لئے ہوتے ہیں۔ دنیوی اغراض و مقاصد رکھنے والوں کو کبھی ساتھ نہ لایا کریں۔ تعویذ گنڈے کرنے والے کافی ہیں، ان کی دوکانیں چلتی ہیں وہ وہاں جایا کریں۔ جس کو دین کی غرض ہے نہ کوئی سمجھ اس کو اس وقت تک نہ لائیں جب تک اس کی نیت وارادہ ٹھیک نہ ہو۔ بعض لوگوں کو کشف تو ہو جاتا ہے لیکن اگر ان کے کام شریعت کے خلاف ہوں تو آہستہ آہستہ یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ انعام محض بزرگی کے اظہار کا ذریعہ نہیں۔

☆☆☆☆☆

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج

☆ زیارت حرمین شریف کیلئے ویزہ عمرہ حاصل کریں۔

☆ اکانومی اینڈ سٹار ہوٹلز پیکج دستیاب ہے۔

☆ احباب سلسلہ کو گروپ بنا کر بھی بھجوایا جا سکتا ہے۔

☆ حج کا ارادہ رکھنے والے حضرات ابھی سے پاسپورٹ جمع کروا سکتے ہیں

ایڈوانس بکنگ جاری ہے

ارشاد نبوی ﷺ

حج و عمرہ کرنے والا کبھی غریب نہ رہے گا۔

العروج

پروپرائیٹر

حافظ حفیظ الرحمن

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 Fax: 0462-510559

Mob: 0334-6289958

E-mail:alarooj@hotmail.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

مقاماتِ سالکین:

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۔ الانفال:3-2

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں۔

''یہ آیت جامع ہے اوصاف سالکین کی یعنی حال بھی کہ وجل ہے اور عقائد بھی ہے کہ ایمان ہے اور عمل باطنی بھی ہے کہ توکل ہے اور عمل ظاہر بھی کہ صلوٰۃ اور انفاق ہے اور اس پر نص ہے کہ ایمان کامل ان سب اوصاف کو جمع کرنا ہے اور چونکہ صوفیہ ان سب اوصاف کے جامع ہیں اس سے ان کا کامل الایمان ہونا ثابت ہو گیا۔''

حضرت نے تصوف و سلوک کا یہ مسئلہ اخذ فرمایا ہے کہ یہ آیت اوصافِ سالکین کو جامع ہے یعنی صوفی میں جو اوصاف ہونے چاہئیں ان کی یہ آیت کریمہ جامع ہے۔ اس میں صوفی کا پورا حال کھول کر بیان فرما دیا گیا ہے۔

سب سے پہلے وَجِلَتْ کا ذکر ہوا۔ وَجل ہوتا ہے کسی کی عظمت کا احساس جو دل میں، ایک ڈر ایک ہیبت پیدا کر دے۔ فرمایا، جب ان سے اللہ کی بات کی جاتی ہے تو وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ یعنی ان کے دلوں میں وَجل آتا ہے۔ وَجل ایک ہیبت ہوتی ہے جسے ڈر بھی کہہ سکتے ہیں لیکن محض ڈر نہیں محض ڈر سے مراد ہے کہ جس سے ڈرتے ہیں اس سے دور بھاگتے ہیں۔ لیکن وَجل ایسی کیفیت ہے جو کسی کی عظمت سے آشنا ہونے کے بعد دل میں ایسا جذبہ احترام پیدا کر دیتی ہے۔ جو محض ڈر سے زیادہ گہرا ہوتا ہے کہ بندہ اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا اور اس کا دامن بھی نہیں چھوڑنا چاہتا بلکہ اس سے اور قریب ہونا چاہتا ہے۔

تو تصوف کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کی معرفت اس درجہ کی ہو کہ ہر لحظہ اس کی عظمت سے لرزاں و ترساں بھی رہے اور اس کی یاد

سے وابستہ بھی رہے۔ دوسری صفت اس کے بعد ہے عقائد کی۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا یعنی صوفی کے عقائد وہ ہونے چاہئیں جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے۔ صحت عقیدہ سلوک وتصوف کی شرط ہے۔ معرفت حق اور صحت عقیدہ لازم وملزوم ہیں۔ عقائد میں نہ صرف یہ کہ خلافِ اسلام کوئی بات نہ ہو بلکہ کوئی ایسی بدعت بھی شامل نہ ہو جو لوگوں نے ایجاد کر لی ہیں اور انہیں ثواب کا کام کہا جاتا ہے۔ عقائد بالکل صاف اور ستھرے اور خالص ہونے چاہئیں۔

پھر توکل کا ذکر ہوا۔ توکل فعل باطنی ہے، عمل باطنی ہے۔ توکل قلب کا کام ہے، اعضاو جوارح کا نہیں۔ یعنی اعمالِ باطنی بھی شریعت کے مطابق ہوں۔ یہ نہیں کہ بظاہر تو بڑا دین دار نظر آتا ہے لیکن اندر دل میں ہوس ہو، اپنے پارسا کہلانے کی یا دولت سمیٹنے کی یا لوگوں پر خود کو مسلط کرنے۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ اعمالِ باطنی بھی درست ہوں، کیفیات قلبی بھی ٹھیک ہوں۔

اور اس کے بعد ذکر ہے صلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا کہ عمل ظاہری بھی شریعت کے مطابق ہوں۔ بدنی عبادات میں بھی فرض کو فرض سمجھے، سنت کو سنت، واجب کو واجب، مستحب کو مستحب اور اللہ کی عبادت کی زیادہ سے زیادہ کوشش کرے اور اس کے ساتھ معاملات، اور انفاق فی سبیل اللہ ہے، زکوٰۃ اس میں فرض ہے۔ اس طرح اگر کوئی صاحبِ نصاب ہے اور اسے توفیق ہے کوئی رکاوٹ شرعی نہیں ہے تو اس پر عمر میں ایک دفعہ حج فرض ہے، اس میں بھی اخراجات ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد دیگر اخراجات ہیں جو ہم کرتے ہیں۔ اوّل شرعی فرائض ہو گئے۔ پھر نفلی ہو گئے کہ کوئی اللہ کی راہ میں صدقہ دیتا ہے، کسی غریب کی مدد اس کے علاوہ جو خرچ بھی ہم دن بھر کرتے ہیں وہ انفاق میں آتا ہے اگر وہ شریعت کے مطابق ہو۔ اور اگر شریعت کے خلاف ہوگا تو اسراف میں آئے گا، اللہ کی نافرمانی میں آئے گا۔ اسلام نے اسے بہت خوبصورت انداز دیا ہے۔ ساری دنیا دولت کے کمانے پر اصرار کرتی ہے۔ دنیا کے جتنے معاشی نظام ہیں ان میں دولت کے کمانے کے طریقے، جائز یا ناجائز قرار دیئے گئے ہیں۔ وہ اسلام کے مطابق ہیں یا نہیں ان کے اپنے قانون کے مطابق وہ درست ہیں مثلاً امریکہ میں جواء کھیلنا بھی درست ہے، سود بھی درست ہے یا باقی مغربی ممالک میں اسی طرح سے ہے وہ ان کا اپنا ایک نصاب ہے لیکن دولت کمانے کے طریقے متعین ہیں۔ خواہ خلاف اسلام ہیں۔ خرچ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ دولت کمانے کے بعد اس پر جو حکومت کا ٹیکس آتا ہے وہ ادا کرنے کے بعد پھر اس کی مرضی، خواہ وہ دولت کو آگ لگا دے یا جہاں چاہے خرچ کر دے یا لٹا دے، اس پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ اسلام خرچ پر بھی قدغن لگاتا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے۔ یعنی جو خرچ کیا جائے وہ اللہ کے حکم اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہو تو وہ خرچ بھی عبادت شمار ہوگا خواہ بیوی بچوں کو کھانا کھلا رہا ہے، ان کے لئے گھر بنا رہا ہے۔ ان کی صحت کا خیال رکھ رہا ہے تو ان کے لئے بھی جو خرچ ہوگا وہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہوگا کیونکہ سارے احکام اور ذمہ داریاں اسے اللہ نے دی ہیں۔ جب وہ اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے تو پھر یہ اس بات کی بھی

رکاوٹ بن جائے گی پھر اسے ناجائز کمانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب اس نے خرچ حق وانصاف کے مطابق کرنا ہے تو یقیناً وہ کمائے گا بھی حلال اور جائز ذرائع سے۔

فرماتے ہیں کہ یہ نص ہے کہ ایمان کامل ان سب اوصاف کو جمع کرنا ہے کہ صوفیاء ان سب اوصاف کو جامع ہیں اس لئے ان کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوگیا۔ فرماتے ہیں، صوفیاء کی ساری محنت یہ ہوتی ہے کہ انہیں معرفت الٰہی بھی نصیب ہو، عظمت الٰہی سے بھی آشنا ہوں، ان کے قلوب ذاکر ہوں، شاغل ہوں، اللہ جل شانہ، کو ہر وقت یاد کرنے والے اور عظمت الٰہی سے آشنا ہوں اور عملِ باطنی بھی ان کو نصیب ہوتا ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں، اللہ پر توکل کرتے ہیں اور توکل کا یہ معنی نہیں ہے کہ اسباب ظاہری یا تدبیر ظاہری چھوڑ دیئے جائیں چونکہ اسباب ظاہری بھی جن کا حکم شریعت نے دیا ہے ان کو اختیار کرنا عبادت ہے۔ توکل یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو عبادت سمجھ کر اختیار کرے لیکن نتیجہ اللہ کی طرف سے جانے۔ وہ اسباب کے مطابق آتا ہے یا اس کے خلاف آتا ہے نتائج اللہ کی طرف سے ہوں گے۔ اسی طرح جوں جوں اللہ کو یاد کرتے ہیں جوں جوں قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ ان پر آیات پڑھی جاتی ہیں تو زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا ان کے ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اس میں قوت آتی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ایمان میں اگر زیادتی ممکن ہے تو کمی بھی ممکن ہے۔ تو اگر اطاعت سے زیادتی ہوتی ہے تو یقیناً نافرمانی سے ایمان میں کمی بھی ہوتی ہوگی۔ گناہ سے ایمان میں کمی بھی ہوتی ہے۔ تو صوفیا کوشش کرتے ہیں کہ گناہ سے بچیں اور اللہ کی اطاعت کریں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔ اور پھر عمل ظاہری بھی شریعت کے مطابق ہو۔ بےعمل جاہل اور ننگ دھڑنگ لوگوں کو ولی سمجھ لینا درست نہیں۔ ولی اللہ دوسروں کی نسبت زیادہ سختی سے شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ عمل ظاہری بھی اس کا حصہ ہے اور اسی طرح لین دین اور معاملات میں بھی شریعت کا لحاظ رکھتے ہیں اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہیں تو یہ ساری چیزیں مل کر ایمان کامل کا تقاضا پورا کرتی ہیں۔ یعنی ایمان تب کامل ہوتا ہے جب یہ ساری چیزیں جمع ہو جائیں تو حضرت فرماتے ہیں کہ صوفیا تو زندگی اپنی صفات کو یکجا کرنے میں ان پر عمل پیرا ہونے میں بسر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ کامل الایمان لوگ ہوتے ہیں۔

قہر کا بصورتِ لطف ہونا:

قولہ تعالیٰ: كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ الانفال:5

ترجمہ: جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے آپ کو مصلحت کے تحت روانہ فرمایا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسے گراں سمجھتی تھی۔

''آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفع بصورت ضرر ہوتا ہے۔''

غزوہ تبوک کا ذکر ہے کہ اس وقت حالات سخت مشکل تھے۔ مسلمانوں کو حالت جہاد میں مسلسل آٹھ سال ہو گئے تھے۔ ان حالات میں یہ پتہ چلا کہ قیصر روم اسلامی ریاست کے خلاف

فوجیں جمع کر رہا ہے۔ اسے کچھ عیسائی ریاستوں نے دعوت دی۔ کچھ یہودیوں نے بھڑکایا کہ یہاں ایک بڑی طاقت ور ریاست بن رہی ہے اس نے جزیرۃ العرب تو سارا لے لیا ہے بالآخر تم پر حملہ آور ہوگی تو اس نے ایک لشکر جرار تیار کیا اور اسے اسلامی سرحدوں پر لے آیا۔ یہ خبر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجائے اس کے کہ رومی فوجیں اسلامی ریاست میں داخل ہوں اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی کوشش کریں تو ہمیں سرحد پار جا کر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کا سفر فرمایا جو کافی لمبا سفر تھا۔ سخت گرمی تھی اور فصل پک کر تیار ہو چکی تھی۔ کچھ لوگوں نے یہ سوچا کہ اسے تھوڑا سا موٴخر کر دیا جاتا تو کیسا رہتا تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ آپ کو آپ کے گھر سے اللہ کریم نے مصلحت کے ساتھ روانہ فرمایا۔ اب اللہ کی مصلحتیں اس میں کتنی تھیں وہ تو اللہ ہی جانے لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اسلامی افواج اپنی سرحد پر پہنچیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف لے گئے تو قیصر روم نے مقابلے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ وہ سمجھ گیا جو تین سو (۳۰۰) ساڑھے تین سو (۳۵۰) کلومیٹر سفر کر کے سرحد پر آ گئے ہیں تو یہ لوگ ضرور لڑیں گے اس نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں قیام فرما کر واپس مدینہ منورہ جلوہ افروز ہوئے۔ تو فرمایا کچھ لوگوں کو یہ مشکل سفر کرنے کی بات دل ہی دل میں گراں گزری اگرچہ انہوں نے انکار نہیں کیا۔ یہ انسانی فطرت ہوتی ہے کچھ لوگوں نے یہ سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دے دیا ہے ماننا تو ہے لیکن یہ کام مشکل لگا کہ سالوں کی جنگوں کے تھکے ہوئے تھے۔ گھروں میں کھانے کو کوئی چیز نہیں تھی پھر فصلیں پک کر تیار کھڑی ہیں۔ اتنا لمبا سفر ہے اور سخت گرمی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انسانی اندازے غلط ہو جاتے ہیں اور نفع بصورت ضرر ہوتا ہے یعنی بظاہر انسان کو اس میں نقصان نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس میں اللہ کریم نفع پہنچا دیتے ہیں جیسے کچھ لوگوں نے یہ سوچا کہ یہ بڑا مشکل کام ہے اتنی سخت گرمی بھی ہے، اتنا طویل سفر بھی ہے، پھر گھروں میں کھانے کو بچا کچھ نہیں۔ کھجوروں کی نئی فصل پک کر تیار کھڑی ہے تو بہتر تھا کہ دو ہفتے، تین ہفتے لگتے، کھجوروں کی فصل ہم جمع کر لیتے اس کے بعد چلے جاتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اللہ نے اپنی مصلحت سے آپ کو روانہ فرمایا۔ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتا ہے وہ اللہ کے حکم سے کرتا ہے لہٰذا مصلحت اسی میں تھی کہ اطلاع پر آپ فوری روانہ ہوں جب فوری ردعمل آیا اس کے باوجود تاریخ اسلامی میں پہلی مرتبہ ۳۰ ہزار کا لشکر جرار تیار ہو گیا۔ یہ وہی مقابلہ تھا جس پر سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا مال لا کر پیش کر دیا، حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنا آدھا مال پیش کر دیا، صحابہ کرامؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، خواتین نے اپنے زیور تک بیچ دیئے اور بغیر کسی تاخیر کے ۳۰ ہزار کا لشکر جرار تیار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں روانہ ہو گیا اور تبوک میں اسلامی سرحد پر پہنچ گئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغیر لڑے قیصر روم نے اپنی فوج واپس بلا لی گویا اپنی شکست تسلیم کر لی کہ میں نہیں چھیڑنا چاہتا۔ تو یہ بہت بڑا فائدہ ہوا کہ ریاست اسلامی کو جو بڑا خطرہ تھا وہ ٹل گیا۔

سالانہ پروگرام سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

۱۴۳۴ _ ۱۴۳۵ ہجری بمطابق 2013ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
5-6 جنوری	۲۳_۲۴ صفر	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
2-3 فروری	۲۰_۲۱ ربیع الاول	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	جلسہ نعت رحمت عالمؐ
2-3 مارچ	۱۹_۲۰ ربیع الثانی	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	
6-7 اپریل	۲۱_۲۲ جمادی الاول	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
4-5 مئی	۲۳_۲۴ جمادی الثانی	ہفتہ، اتور	ماہانہ اجتماع	
31 مئی	۲۰ رجب المرجب	جمعۃ المبارک	سالانہ اجتماع شروع	
30 جون	۲۱ شعبان	اتوار	اختتام سالانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
28 جولائی تا 7 اگست	۲۰ تا ۳۰ رمضان المبارک	اتوار	اعتکاف رمضان المبارک	
7-8 ستمبر	۱_۲ ذیقعد	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	
5-6 اکتوبر	۲۸_۲۹ ذیقعد	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
2-3 نومبر	۲۷_۲۸ ذوالحجہ	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	
7-8 دسمبر	۳_۴ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ	ہفتہ، اتوار	ماہانہ اجتماع	

ہدایات:

ا۔ بروز ہفتہ احسن ہے کہ عصر کے اجتماعی ذکر میں شامل ہوں یا شام سے پہلے مرکز پہنچ جائیں۔ موسم کے مطابق اپنا بستر ہمراہ لائیں۔

دستخط حضرت شیخ المکرم ____________

غزوہ ہند اور گستاخانِ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر اجمل نیازی

ایک حیرت انگیز بڑی بات ملک محمد اکرم اعوان نے کی۔ ایک بہت سنجیدہ معاملہ بڑی آسانی سے حل کر دیا۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ ہمارے ہاں لوگ ماڈرن اور مغرب سے مرعوب ہو کر کہتے دکھائی دیتے ہیں جب مغل مسلمان بادشاہ مقبرے اور قلعے بنا رہے تھے تو مغرب میں یونیورسٹیاں بن رہی تھیں۔ پھر انگریزوں نے دھوکے سے برصغیر پر قبضہ کر لیا تب مسلمان غلامی پر راضی نہ تھے، وہ اپنے گھروں میں بیٹھ گئے۔ وہ مایوس نہ تھے مگر مضطرب تھے۔ انہوں نے مدرسے کی روایت کو آگے بڑھایا ایک باقاعدہ سازش اور مہم کے طور پر مدرسوں اور مولوں کو طنز تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔ لوگ سیکھنے کیلئے باہر جاتے ہیں، لیکن پوری دنیا سے مسلمان دین پڑھنے کیلئے برصغیر میں آتے تھے۔ اب پاکستان میں آتے ہیں اور بھارت بھی جاتے ہیں۔ پریشانی صرف یہ ہے کہ دین و دنیا کے معاملات کو الگ الگ کر دیا گیا۔ بھارت میں اب بھی مدرسے آباد ہیں۔ وہاں ہندو کا وہی رول ہے جو انگریزوں کا تھا۔ ہندو انگریز کا دوست تھا وہ مسلمان کو مدمقابل سمجھتے تھے۔ اب بھی امریکہ اور مغرب کو یہی خوف چین نہیں لینے دیتا۔ انہوں نے عالم اسلام بالخصوص پاکستان اور بھارت کو اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔ بلوچستان میں بھی بھارت، امریکہ، اسرائیل کی سازشوں میں شریک ہے مگر وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ دوسری سپر پاور امریکہ کا قبرستان بھی افغانستان وزیرستان اور بلوچستان ہوگا۔

ایک بہت دلچسپ واقعہ ملک اکرم اعوان نے بتایا۔ انگریز کے برصغیر پر قبضے کے بعد انکا ایک اہم شخص واپس گیا۔ اس نے برطانوی پارلیمنٹ میں جو بیان دیا وہ آج بھی ریکارڈ پر ہے۔ اسکی تصدیق شدہ کاپی بھی ملک صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس انگریز کا کہنا تھا میں ہندوستان کے چاروں طرف مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پھرتا رہا ہوں۔ مجھے وہاں کوئی چور کوئی گداگر نظر نہیں آیا۔ مسلمانوں کی حکومت گزرے تقریباً چوتھائی صدی ہو چکی ہے۔ مرہٹے سکھ اور دوسری قومیں بھی قابض ہوئیں مگر مسلمانوں کا قائم کیا ہوا معاشرہ زندہ ہے۔ انکا قائم کیا ہوا امن قائم رہا، اس نے یہ بھی کہا کہ وہاں اب بھی قوت مسلمانوں کے پاس ہے۔ مسلمانوں پر حکومت کرنا ہمارے لئے مشکل ہے اور یہی مشکل ہمیشہ رہے گی۔۔ اور اب بھی یہی مشکل ہے۔ یہ برطانوی پارلیمنٹ میں انگریز نے بتایا کہ آج بھی مسلمانوں کا لٹریسی ریٹ 84 فیصد ہے کہ جو کہتے ہیں کہ مسلمان صرف قلعے اور مقبرے بناتے رہے پورا سچ نہیں ہے۔ مسلمانوں نے یونیورسٹیاں بھی بنائیں انہیں برباد کرنے کیلئے مغربی دنیا نے اپنی ساری طاقت استعمال کی۔ طب مشرق کو اپنی ایلوپیتھی کیلئے بنیاد بنایا مگر ہمارے ہاں سازش کے تحت اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ہمارے علمی اثاثے کو مذاق کا نشانہ بنایا گیا مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کے خوف سے وہ اپنی موت مر جائینگے۔[

تمہاری تہذیب آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

ملک صاحب نے رحمت عالم پیغمبر اعظم ﷺ کی زندگی کی پیروی کرنے پر زور دیا انہوں نے بہت خوبصورت بات کی ظاہر سے باطن تک سچ بولنا شروع کر دیں۔ ملک و قوم کے ساتھ وفا شروع کر دیں

،عیاشیاں اور من مانیاں چھوڑ دیں، اپنے وسائل میں آجائیں اور ایک قوم بن جائیں۔ یہ بھی مشورہ انکے سامنے ہے کہ مسلمانوں کو تعلیمی ادارے یعنی مدرسے بند کرکے اپنے ادارے بنانا ہونگے۔ مسلمانوں کی تہذیب کی نفی کرکے اپنی تہذیب کو ماڈل کے طور پر پیش کرنا ہوگا۔ جب یہ ہماری تہذیب کو ماڈل بنالیں گے تو ان پر حکومت کرنا آسان ہوگا۔ مسلمان ایلیٹ کلاس وہی کورس پڑھ رہی ہے جو انگریزوں نے ترتیب دیا تھا کہ مسلمانوں کو غلام بنا کے رکھا جائے۔

افغانستان میں مسلمانوں کی حکومت کو دہشت گردوں کی حکومت کہہ کر چڑھائی کردی مگران نہتے لوگوں کو زیر وزبر تو کیا جاسکتا ہے زیر نہیں کیا جاسکتا وہ صاحب اسلوب شخصیت ہیں۔ بہت شاندار پگڑی باندھتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفہیم اور تعلیم پھیلانے کیلئے ان کا انداز تخلیقی ہے۔ وہ روایت سے جڑے ہوئے ہیں مگر کسی نئی حکایت کو بھی بیان کررہے ہیں۔ قرآن کی محبت عام کرنے میں آسودگی سے بات کرتے ہیں۔ آسودگی آسانی سے آنے کی چیز ہے۔ دماغ کے ساتھ دل کی یکسوئی اور یکجہتی کو اہمیت دیتے ہیں اچھے دل و دماغ والے لوگ پیدا ہوں گے تو بات بن جائیگی۔

وہ غزوۂ ہند کا بہت ذکر کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم نے انڈیا کو فتح کرکے کیا کرنا ہے، انہیں مسلمان کرنا ہے۔ عرفان ویقین میں ڈوبے ہوئے بابا عرفان الحق بھی غزوۂ ہند کا ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے بھی اسی طرح کی بات کی ہے جو ملک صاحب نے کی ہے۔ فتح مکہ کی کوئی مثال تاریخ انسانیت کے پاس نہیں ہے۔ حضور نے مکہ بغیر لڑے فتح کرلیا، سب لوگ مسلمان ہوگئے، غزوۂ ہند ہوگی اور بغیر لڑے سب کچھ فتح کرلیا جائیگا۔ دل ودماغ کو تسخیر کرنا لوگوں کو غلام بنانے سے بہت بڑھ کر فتح ہے۔ زمینوں پر قبضہ زمانوں پر قبضے سے کمتر ہے۔ لوگوں کو مسلمان کرنا اور انہیں مطیع کرنے سے بہت بڑی کامیابی ہے۔ غزوہ وہ لڑائی ہے جس میں رسول کریمؐ بنفس نفیس شرکت فرماتے۔ وہ غزوۂ ہند کی قیادت کس طرح کرینگے۔ شرکت کے کئی قرینے ہیں عشق رسولؐ بہت حیران کردینے والا جذبہ ہے۔ جس دل میں یہ چراغ جلتا ہے، وہ ان کی رفاقت کو محسوس کرسکتا ہے۔ قیادت اور رفاقت میں فرق رحمت العالمینؐ نے مٹادیا ہے۔

ملک اکرم اعوان نقشبندیہ اویسیہ کے امیر ہیں۔ امیری اور فقیری میں فرق کو دل والوں نے مٹادیا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ روحانی سفر بھی جاری رکھا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک بات یہ بھی کی کہ غلط طریقہ کے احتجاج کے سبب گستاخان رسول کو فائدہ ہوا۔ حضور ﷺ کی شان کے خلاف ملعون سلمان رشدی نے کتاب لکھی۔ میں انگلستان گیا اور وہ کتاب منگوائی 10 ڈالر کی یہ معمولی کتاب 200 ڈالر کی ملی۔ ملعون رشدی آج کل کھرب پتی بن گیا ہے۔ اب بھی مغرب اور امریکہ میں عیاشی کرتا ہے۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ایسی طاقت بن جائیں کہ دشمن خوف سے ایسی جرأت نہ کرسکیں۔ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ جو لوگ عہد نبویؐ میں حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے تھے وہی غلام بن گے مگر اس میں حضور ﷺ کی حکمت اور رحمت عروج پر تھی۔

ضرورت رشتہ

ہماری بیٹی ایم ایس سی (H.R) پنجاب یونیورسٹی، خوبصورت دراز قد، سلیقہ شعار، عمر 22 سال کیلئے برسرِ روزگار تعلیم یافتہ رشتہ درکار ہے۔

سلسلہ عالیہ سے منسلک اشخاص کو ترجیح دی جائے گی

خواہشمند حضرات مندرجہ ذیل ٹیلی فون پر رابطہ کریں

0300-8477004, 0334-4193912

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پارہ نمبر10: سورۃ: التوبہ آیات: 92-93

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ o بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ o وَّلَا عَلَى الَّذِيۡنَ اِذَا مَاۤ اَتَوۡكَ لِتَحۡمِلَهُمۡ قُلۡتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحۡمِلُكُمۡ عَلَيۡهِ تَوَلَّوْا وَّاَعۡيُنُهُمۡ تَفِيۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوۡا مَا يُنۡفِقُوۡنَ o اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ يَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَهُمۡ اَغۡنِيَآءُ رَضُوۡا بِاَنۡ يَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ o

دین نام ہے اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور یہ اطاعت دینوی نفع و نقصان سے بڑھ کر ہے۔ اس اطاعت میں یہ سوچنے کی گنجائش نہیں ہے کہ میرا یہ دنیاوی نقصان ہو جائے گا یا مجھے لوگ کیا کہیں گے یا میرے نام یا عظمت میں فرق آ جائے گا۔ کچھ بھی نہیں بلکہ پورے خلوص اور صمیم قلب سے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا نام دین ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ اے میرے حبیب ﷺ! اگر ہم انہیں یہ حکم دے دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھر، جیسے ہیں بستے ہوئے چھوڑ دو اور ان سے نکل جاؤ تو فائدے میں وہی رہتا اور وہی مومن ہوتا جو اس پر عمل کرتا۔ یعنی ہر طرح کی دینوی نعمتوں کی دین کے مقابلے میں کوئی قیمت نہیں ہے۔ یہ بات ہم نہیں سمجھتے اور آخر دم تک ہم اس پر جمے رہتے ہیں کہ یہ زمین میری ہے، یہ مکان میرا ہے، یہ گاڑی میری ہے، یہ گھر میرا ہے، یہ دولت میری ہے حالانکہ قانون فطرت یہ ہے کہ تخلیق انسانی سے پہلے فرد کا رزق تقسیم کر دیا گیا۔ کوئی ایسا وجود نہیں جو اپنی تقسیم سے ایک ذرہ زیادہ لے سکے یا اس میں سے ایک ذرہ کم چھوڑ کر مر جائے یہ ممکن نہیں ہے۔ وہی رزق ہر وجود کا حصہ بنتا ہے وہی گوشت بن کر، خون بن کر اس کی رگوں میں دوڑتا ہے جو انسانوں کی تخلیق سے پہلے تقسیم کر دیا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر معاملہ ایسا ہے تو پھر ہم محنت مزدوری، تجارت یا کاروبار کیوں کریں۔ محنت مزدوری، تجارت، کاروبار اس لئے نہیں کیا جاتا کہ اس سے رزق ملتا ہے۔ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے اور اللہ کریم نے اسباب کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اس معاملے میں بھی جو کوتاہی کرتے ہیں اور اسباب چھوڑ دیتے ہیں وہ خطا کرتے ہیں لیکن خطاؤں کا حساب جب ہوگا تب ہوگا دنیا میں کسی بیکار کو، کسی نے بھوکے مرتے دیکھا؟ کسی نہ کسی حوالے سے ان کے حصے کا رزق بھی ان تک پہنچ جاتا ہے اور جو زیادہ سمیٹتے ہیں، کبھی ان کو دیکھا ہے کہ سارا کھا کر مریں۔ وہی کھاتے ہیں جو ان کے وجود کا حصہ لکھ دیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی قطرہ پانی کا لے سکتا ہے نہ کوئی ہوا میں سے ایک سانس لے سکتا ہے نہ ایک ذرہ خوراک کا لے سکتا ہے۔ لیکن دنیا ہے اور دنیا کا معنیٰ ہوتا ہے قریب تر چیز، جو سب سے قریب ہو۔ تو چونکہ عقل انسانی بھی مادی ہے، نفس بھی مادیات سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے دنیا ان کے قریب تر ہے۔ وہ شعور جو آخرت کو پہچانے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ سے پیدا ہوتا ہے۔ جتنا کسی کا یقین کامل ہوگا، جتنا کسی کا عقیدہ صحیح ہوگا، جتنا کسی کو اتباع رسالت نصیب ہوگا اتنا اس کو آخرت پر یقین نصیب ہوگا۔ اور دنیا پر آخرت کو ترجیح تب ہی دی جا سکتی ہے جب آخرت پر دنیا سے زیادہ یقین واعتبار نصیب ہو۔ کیسی عجیب بات ہے کہ تیرہ سال، مکہ مکرمہ میں ہر ایمان لانے والے صحابیؓ نے بے پناہ دکھ سہے، بے پناہ تکلیفیں سہیں۔

سب کا یہ ایمان تھا کہ حضور ﷺ دستِ دعا اٹھادیں تو وہ دعا ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے۔ تیرہ برسوں میں کوئی ایک واقعہ تاریخ نہیں بتاتی کہ کسی صحابیؓ نے آکر عرض کی ہو یارسول اللہ دعا کردیجئے کہ کافروں مشرکوں کا جو روستم ہم پر سے ختم ہوجائے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے؟ سب کو یقین تھا کہ حضور ﷺ کے دست ہائے مبارک اٹھیں گے تو دعا قبول ہوگی ان شاء اللہ۔ تکلیفیں سہتے رہے، مار کھاتے رہے، طرح طرح کی ایذائیں برداشت کرتے رہے اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یارسول اللہ! دعا کے لیے ہاتھ مبارک اٹھائیے کافر تباہ ہوجائیں یا کافر شہر چھوڑ جائیں ہم یہاں رہیں۔ حتیٰ کہ انہیں حکم ہوجاتا ہے کہ نہیں یہ تمھیں نہیں رہنے دیتے تو تم ہجرت کرجاؤ۔ کیا اللہ مجبور تھا، ان کی مدد نہیں کرسکتا تھا، کیا اللہ کا نبی ﷺ دست دعا نہیں اٹھا سکتا تھا، کیا کوئی صحابیؓ یہ عرض نہیں کرسکتا تھا کہ یارسول اللہ ﷺ! زمینیں، باغات، گھر، جائیدادیں، بھرا پھرا گھر چھوڑ کر ہم کیوں نکل جائیں، کافر کیوں نہ نکلیں؟ کسی نے نہیں کہا اس لئے کہ انھیں نظر آرہا تھا کہ یہ جو کچھ ہمارے پاس دنیا میں ہے یہ عارضی ہے، وقتی ہے، دیکھنے کی چیز ہے، حقیقت میں اس کا کوئی وجود نہیں، یہ فانی ہے۔ جو کچھ اس کے مقابلے میں ہمیں مل رہا ہے وہ دائمی ہے، ابدی ہے، حقیقی ہے۔ مجھے اور آپ کو گھر عزیز ہیں تو کیا انھیں نہیں تھے۔ ہمیں اپنی جائیدادیں، زمین، گاڑیاں عزیز ہیں تو کیا انھیں اپنا گھر اپنا مال عزیز نہیں تھا؟ عزیز تھا لیکن ان کی نگاہوں میں یہ بات تھی کہ جو کچھ مل رہا ہے وہ حقیقی ہے، دائمی ہے، ابدی ہے اور جو کچھ سامنے نظر آرہا ہے یہ فانی ہے۔ اسے آج چھوڑ دیں یا فردا، موت آکر اسے چھڑا دے گی۔ اس نے آج بھی جانا ہے دس سال بعد بھی جانا ہے تو کیوں نہ یہ سودا آج ہی کرلیں اِسے چھوڑ دیں اُسے اپنالیں۔ اور ایسا سودا کیا کہ اللہ، قرآن کریم میں ان کی برأت اور ان کی نجات کی خبر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ۔ (التوبہ:100)۔ اللہ ان سے راضی ہے۔ دنیا میں بڑے عظیم اہل اللہ، اولیاء کرام آئے، متبحر علماء آئے، بڑے عالم دانشور آئے، بڑے مخلص مسلمان اور عظیم مجاہد آئے کسی کے بارے کیا ہم یہ طے کرسکتے ہیں کہ یہ یقیناً جنتی ہے۔ ہم امید رکھتے ہیں، ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ اللہ اسے جنت دے گا لیکن ہمارے پاس کوئی فیصلہ نہیں ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی میرا، آپ کا اور تمام مخلوق کا فیصلہ ہوگا لیکن صحابہ کرامؓ وہ ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے دنیا میں سند دے دی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کہ اللہ ان سے راضی ہے۔ اس لئے کہ انھوں نے ساری دنیا حتیٰ کہ اپنی جانوں پر محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کو ترجیح دی۔

حضرت خبیبؓ دھوکے سے قید کر کے مشرکین مکہ کو بیچ دیے گئے کہ ان کے ہاتھوں ان کے بڑے بڑے نامور لوگ مارے گئے تھے، انھوں نے بدلے کے لئے لے لئے۔ حرمت کے مہینے تھے، عجیب بات ہے مشرکین مکہ بھی اور جہلاء عرب بھی حرمت کے مہینوں کا احترام کرتے تھے۔ آج ہم یہ وقت دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کہلانے والے کلمہ پڑھنے والے اپنے کو دین دار سمجھنے والے کسی مہینے کی کوئی حرمت قائم نہیں رکھتے۔ وہی لوٹ مار جاری ہے، وہی قتل و غارت گری جاری ہے۔ مشرک بھی جسے مجرم سمجھ کر قتل کرنا چاہتے تھے، وہ بھی حرمت کے مہینوں کا احترام کرتے تھے، اسے بھی حرمت کے مہینوں میں قتل نہیں کرتے تھے۔ تو انھیں وہ حرمت کے مہینے مشرکین کی قید میں گذارنے پڑے۔ یہ ایک اذیت ناک عمل ہے کہ کوئی دشمن کے ہتھے چڑھ جائے اور اسے یقین ہو کہ قتل ہونا ہے اور اسے دو تین ماہ موت کے انتظار میں قید رہنا پڑے، بہر حال جب حرمت کے مہینے ختم ہوئے تو فیصلہ کیا گیا کہ انہیں بڑے اذیت ناک طریقے سے شہید کیا جائے گا تو اس وقت سردارانِ مکہ نے ان پر سوال کیا کہ اتنا عرصہ موت کے انتظار میں رہ کر اور اب یہ سامنے لٹکی ہوئی سولی اور تیر انداز دیکھ کر اور یہ جان کر کہ تمھیں سولی پر لٹکا کر تیروں سے چھلنی کیا جائے گا، اب تو تمھیں خیال آتا ہوگا کہ کاش میں محمد رسول اللہ ﷺ کا دامن چھوڑ دیتا اور میری جان بچ جاتی۔ انھوں نے فرمایا تم یہ

قوف ہو، تم حقیقت سے آشنا نہیں ہو۔ یہ ایک زندگی نہیں ایسی کتنی زندگیاں بھی مل جائیں اور بار بار نچھاور ہوں تو نئی لذت آئے گی ہے اور فرمایا اگر میری آرزو تم جاننا چاہتے ہو کہ میرے دل میں کیا ہے تو مجھے دو رکعت نفل پڑھنے کی اجازت دے دو پھر قتل کر دینا۔ یہ موت سے پہلے دوگانہ ادا کرنے کی سنت ان سے جاری ہوئی۔ انھوں نے نہایت ہلکی سی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا ہم تمھیں قید میں دیکھتے تھے تم بڑی تسلی سے اور بڑی اطمینان سے نمازیں پڑھتے تھے آج تم نے جلدی ختم کر لی فرمایا میں نے اس لئے مختصر کی ہے کہ تمھیں یہ خیال نہ آئے کہ میں موت کے ڈر سے لمبی کر رہا ہوں۔ جب وہ سولی دینے لگے تو انھوں نے ادھر ادھر دیکھا تو فرمایا اے اللہ! یہاں تو کوئی بھی نہیں جو میرا اسلام میرے محبوب ﷺ تک پہنچا دے تو قادر ہے اس ہوا کو ہی حکم دے میرا اسلام میرے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پہنچا دے۔ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں بیٹھے وضو فرما رہے تھے ایک خادم پانی ڈال رہا تھا۔ آپ ﷺ نے دفعتاً فرمایا ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ'' اس خادم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! کسی نے سلام تو نہیں کہا۔ فرمایا خبیبؓ نے بھیجا ہے۔

یہ ہے حقیقت۔ اگر اس حقیقت سے ہم آشنا ہو جائیں تو پھر دنیا کا کوئی مفاد ہمیں اتباع رسالت پناہی ﷺ سے نہیں روک سکتا۔ کچھ بد نصیب اس وقت بھی ایسے تھے جو بہانے کر کے جان اور مال بچانا چاہتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے، سجدے بھی کرتے تھے، قرآن نے ان کا نام منافق رکھا ہے اور ان کی سزا قرآن نے یہ ارشاد فرمائی ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔(النساء:145) دوزخ کے سب سے نچلے خانے میں منافقین ہوں گے۔ حدیث شریف میں اس کی تشریح ملتی ہے کہ کفار کے زخموں سے جو خون اور پیپ بہہ کر نیچے جمع ہوگا وہ منافقین کی غذا ہوگی تو منافقین نے اس وقت بھی بہانے کیے جب غزوۂ تبوک کا موقع آیا۔ اپنی مصروفیات بتائیں، اپنی ضروریات بتائیں، اجازت چاہی، کچھ تو بغیر بتائے گھر بیٹھ رہے، کچھ بارگاہ نبوی میں اجازت لینے آئے، ان کا ذکر گزر چکا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اطاعت رسول ﷺ میں کوئی دنیوی مفاد حائل نہیں ہو سکتا اور جسے دنیا عزیز ہے اسے آخرت کی خبر ہی نہیں۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ اس کا عقیدہ ہی درست نہیں، اسے پتہ ہی نہیں کہ آخرت کیا ہے۔ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو واقعی مجبور اور بے بس تھے۔ فرمایا ان پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔ ایک شخص کوئی کام کر ہی نہیں سکتا تو اس کے بارے اللہ اس سے نہیں پوچھے گا۔ جو کر سکتا ہے اور عذر بہانے کر کے نہیں کرتا اس پر گرفت ہوگی۔ جن لوگوں پر گرفت نہیں ہوگی ان میں سے کچھ ضعیف ہیں، کچھ بیمار ہیں یا کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس مال و اسباب میں سے کچھ نہیں ہے، نہ راشن، نہ اسلحہ، نہ سواری کہ وہ اللہ کی راہ میں نکلیں۔ ان پر گرفت نہیں ہے اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ جب ان کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے خلوص ہو تمنا ہو، کہ کاش آج میرے پاس کچھ ہوتا، میں بھی نچھاور کرتا۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ یعنی جو خلوصِ دل سے، صدقِ دل سے حضور ﷺ کے احکام پر عمل کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ پھر جو کام ان کے بس میں نہیں ہوتا تو اس کی ان سے باز پرس نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ o اللہ معاف کرنے والے، رحم فرمانے والے ہیں۔ وَّ لَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ان لوگوں پر بھی کچھ گرفت نہیں ہے جو گھروں سے تو نکل آئے اگرچہ تہی دست تھے۔ نہ ہی اسلحہ تھا نہ راشن، نہ سواری لیکن وہ بارگاہ رسالت پناہی میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تو کچھ نہیں ہے۔ آپ ہمیں کچھ سواری دے دیں، اسلحہ دے دیں، ہم، ہم رکاب ہیں، ہم جان دینے کو حاضر ہیں اور آپ ﷺ نے فرمادیا۔ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ میرے پاس بھی اس وقت کوئی اسباب نہیں ہیں کہ تمھاری سواری کا اہتمام کریں۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے پاس تبوک کے وقت کچھ نہیں تھا۔ وہ بارگاہ رسالت پناہی میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ! جان حاضر ہے لیکن

ہمارے پاس نہ سواری ہے نہ راشن ہے، نہ اسلحہ ہے اگر اس کا انتظام فرما دیا جائے تو ہمیں بھی ہم رکاب چلنے کی سعادت نصیب ہو جائے۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک سب کچھ تقسیم ہو چکا ہے اسباب دنیا سے اس وقت ہمارے پاس یہاں کچھ نہیں ہے لیکن اللہ کی شان، چھ اونٹ کہیں سے آ گئے۔ تین حضرت عثمانؓ نے اور پیش کر دیئے حالانکہ تبوک میں سواریاں وغیرہ بہت سامان آپ پیش کر چکے تھے، تین اونٹ اس وقت بھی پیش کر دیئے تو نو آدمی ان میں سے بھی جہاد پر روانہ ہو گئے لیکن اللہ کریم فرماتے ہیں، اللہ دلوں کے حال دیکھتا ہے وہ بندوں کا محتاج نہیں ہے کہ زیادہ بندے جائیں گے تو کام ہوگا۔ وہ قادر ہے جو چاہے وہ کرے۔ ہاں! دل کا خلوص ضرور دیکھتا ہے تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ فرمایا وہ آپ ﷺ کی بارگاہ سے پلٹ تو گئے، ان کا بس نہیں چل رہا تھا، اسباب نہیں تھے کیسے جاتے۔ پلٹ تو گئے لیکن ان کا خونِ جگر ان کی آنکھوں سے ٹپک رہا تھا، ان کے دل سے اٹھنے والا درد آنسو بن بن کر ان کی آنکھوں سے چھلک رہا تھا کہ ہم کیوں پیچھے رہ گئے۔ تَوَلَّوْا وَّ اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا ان کا دل اتنا دکھی تھا کہ گویا آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خونِ جگر برس رہا ہے اور دکھ انھیں یہ تھا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ کہ کاش ہمارے پاس بھی کچھ اسباب ہوتے جو آج ہم بارگاہ رسالت ﷺ میں نچھاور کرتے۔ اتنا تو ہوتا کہ ہم اپنی جانیں وہاں لے جاتے حضور ﷺ کے قدموں میں لٹا دیتے۔ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ہاں گرفت ان لوگوں پر ہوگی جو پیچھے رہ جانے کے لیے بہانے بہانے سے اجازت لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت نہیں کرنا چاہتے، اپنی جان بھی بچانا چاہتے ہیں، مال بھی بچانا چاہتے ہیں۔ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ حالانکہ اللہ نے انھیں غنی کر رکھا ہے۔ ان کے پاس وسائل بھی ہیں، اسباب بھی ہیں، اللہ نے انھیں بہت کچھ دے رکھا ہے لیکن وہ اس کو بچانا چاہتے ہیں اور آپ ﷺ کا اتباع نہیں کرنا چاہتے اور بہانے بہانے سے اجازت طلب کر رہے ہیں، جھوٹ بول رہے ہیں۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ اب وہ اس بات پر خوش ہیں کہ ہم پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔

یہ لوگ جن کا ذکر ہو رہا ہے جنہیں قرآن نے منافق کہا ہے اور جن کی سخت ترین سزا تجویز کی ہے یہ وہ لوگ تھے جو دکھاوے کے لئے سہی لیکن نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ مسجد نبوی میں بھی پڑھتے تھے، دیگر مساجد میں بھی پڑھتے تھے، حضور ﷺ کی اقتداء میں بھی پڑھتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ روزے بھی رکھتے تھے، ارکان دین بھی ادا کرتے تھے اور ظاہری طور پر خود کو مسلمان ثابت کرتے تھے۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ آج کے اس دور میں ہم نے صحت مند، بھلے چنگے ہوتے ہوئے نمازیں بھی چھوڑ دی ہیں تو ہم کس درجے میں ہیں؟ یعنی اس عہد کے لوگ، ہم میں سے اکثر تو اتنے گئے گزرے ہیں کہ بغیر کسی عذر، بغیر کسی وجہ کے نمازیں بھی چھوڑ دی ہیں تو ہم کون سی قربانی دیں گے، ہم کیا ایثار کریں گے۔ یہ لوگ خوش ہیں کہ ہم مصیبت سے بچ گئے، ہم سے یہ مصیبت نہیں کاٹی جاتی، ہم سے نمازوں کا اہتمام نہیں ہوتا، ہم سے یہ روزے کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ وہ خوش ہیں کہ بس ٹھیک ہے، دوسروں کی گزر گئی، ہماری بھی گزر گئی ہے۔ لیکن اس کا اثر، اس کا نتیجہ انسانی زندگی پر کیا ہے؟ فرمایا وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی۔ یہ ایسے بدنصیب ہیں کہ جن کے دل پر مہر ہو جائے اس سے توفیقِ توبہ بھی سلب ہو جاتی ہے اسے توبہ بھی نصیب نہیں ہوتی اور اطاعت نبوت ﷺ میں بہانے کر کے مال یا جان بچانے کی کوشش کرنا مہر لگ جانے کا سبب ہے۔

یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ ہمارے ہاں آج دین کے نام پر بھی تماشے کئے جاتے ہیں اور اسے دین بھی کہا جاتا ہے۔ دین پر عمل نہ کرنا ایک اور بات ہے اور دین کی صورتیں بگاڑ دینا یہ ایک بہت بڑا ظلم ہے جیسے ہماری حکومت لوگوں کے اکاؤنٹ سے زبردستی زکوٰۃ کاٹ لیتی ہے۔ اس کا

نتیجہ اب ہم دیکھ رہے ہیں جتنی زکوٰۃ کٹتی ہے وہ سوائے سیاسی رشوت کے طور پر دیئے جانے کے میرے علم میں تو نہیں ہے، شاید یہ اچھی جگہ بھی دیتے ہوں لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں وہ سیاسی رشوت کے طور پر خرچ کی جاتی ہے یا لوگ کھا پی جاتے ہیں جو اس کے اہل کار یا ذمہ دار یا اس کی وزارت یا ادارے استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ کی تمام تفصیلات شریعت میں متعین ہیں۔ جب ان شرعی شرائط کو چھوڑا گیا اور اللہ کا مقرر کردہ معیار بدل دیا گیا تو پھر کچھ فرقوں کو استثناء دے دیا گیا کہ ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے بالخصوص شیعہ حضرات کو۔ اب بہت سے مالدار اہل سنت حضرات بھی ایسے دیکھے کہ جب زکوٰۃ کٹنے کی باری آئی تو انھوں نے فارم پر لکھ کر بینک کو دے دیا کہ وہ شیعہ ہیں تاکہ ان کی رقم محفوظ رہے۔ وہ پیسے اس کے ساتھ کیا لوگ قبر میں رکھ آئیں گے اور اگر رکھ آئیں گے تو وہاں کیا اس کے کسی کام آئیں گے۔ تو یہ ایک عام بات ہے کسی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے۔

تو فرمایا یہ لوگ جن کے پاس وسائل ہیں لیکن بہانے کرتے ہیں اور دین پر عمل نہیں کرنا چاہتے، اللہ کے نبی ﷺ کا اتباع نہیں کرنا چاہتے تو اس کی سزا انھیں یہ دی جاتی ہے کہ ان کے دلوں پہ مہر ہو جاتی ہے۔ اللہ کریم نے انسان کو بے پناہ نعمتیں دی ہیں۔ انسانی دماغ کو اتنی صلاحیتیں دی ہیں کہ آج آپ دیکھتے ہیں کہ مادی اور معاشی ترقی کس انتہا کو پہنچ گئی ہے۔ چھوٹے چھوٹے موبائل فون ہیں ان میں پورا کمپیوٹر آ گیا ہے۔ وہ ڈاک بھی وصول کر لیتے ہیں، ڈاک بھیج بھی دیتے ہیں، فیس بک (Facebook) بھی کھول لیتے ہیں، کمپیوٹر کے ذریعے بات بھی کرا دیتے ہیں، تصویریں بھی بنا لیتے ہیں، فلمیں بھی بنا لیتے ہیں اور سارا حساب کتاب بھی کیلکولیٹر پر کر لیتے ہیں۔ جتنا کام ہم کمپیوٹر پہ کرتے تھے وہ ایک چھوٹے سے فون میں بھی آ گیا ہے۔ انسانی عقل کیا کیا ایجاد کر رہی ہے۔ انہی سائنسدانوں میں سے ایک بہت بڑا سائنسدان یہ کہتا ہے کہ انسانی دماغ کا ابھی دس فی صد سے بھی کم حصہ زیر استعمال آیا ہے۔ یعنی یہ سب دس فیصد سے بھی کم دماغی صلاحیتوں کا استعمال ہے۔ انھوں نے راکٹ بھی اڑا دیئے اور چاند پر بھی پہنچ گئے، مریخ پر بھی اُتر گئے اور اس میں سارا انسانی دماغ نہیں لگا، دس فیصد سے بھی کم لگا ہے۔ اب باقی نوے فیصد آدمی کب استعمال کرے گا اور کرے گا تو دنیا میں کیا کیا کچھ نظر آئے گا یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اتنی بڑی صلاحیت دماغ کو دی کہ ہر رگ، ہر پٹھا، ہر ریشہ اس کے زیر اختیار ہے اور وہ حکم دیتا ہے تو حرکت میں آ جاتے ہیں۔ اللہ کریم نے تمام انسانی اعضاء کو، ہر رگ و ریشہ، جلد، پٹھوں کو ایسی ایسی صلاحیتیں عطا فرمائیں کہ ان کی تفصیلات دیکھیں تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ ایک چھوٹے سے ریشے میں کتنی صلاحیتیں ہیں۔ لیکن سب سے قیمتی خزانہ جو اس نے انسان کو دیا وہ دل ہے۔ دماغ مادی ہے اور انسان کی مادی ضروریات پوری کرنے کے وسائل تلاش کر سکتا ہے۔ دل وہ شے ہے جو خود اللہ کریم کا گھر ہے، جس میں اللہ کریم کے انوارات وتجلیات ہوتے ہیں، جو محبت پیغمبر ﷺ کا مرکز ہے۔ دل وہ ہے جو اللہ نے محض اپنے لئے عطا فرمایا ہے۔ ایک دل ہی وہ شے ہے جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا دیا۔ وگرنہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے، ہر جانور، ہر چڑیا اور ہر درندے کو بھی اللہ نے دماغ دیا ہے اور وہ اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، اپنے لئے اچھا برا سوچ لیتے ہیں، اپنے گھر بناتے ہیں، اپنے بچے پالتے ہیں، اپنی خوراک تلاش کرتے ہیں۔ مادی وسائل کے لئے دماغ اللہ نے درندوں کو بھی دماغ دیئے ہیں، جانوروں کو بھی دیئے ہیں۔ دل صرف انسان کو دیا ہے۔ وہ دل جس میں اللہ کو، اللہ کے رسول ﷺ کو بسایا جا سکتا ہے۔ دماغ کھلتا ہے تو مادی اسباب کے حیرت انگیز کرشمے سامنے آتے ہیں۔ انسان چاند تک کمندیں ڈالتا ہے، مریخ پر جا اترتا ہے، سیاروں، ستاروں کی تحقیق کرتا ہے، بادل بارش کو دیکھتا بھالتا ہے۔ میں نے کل اپنے ٹیلیفون سے دیکھا اس نے مجھے چھ دن کا موسم predict کر دیا۔ یہ دماغی کاوشیں ہیں کہ کل موسم کیا ہوگا، پرسوں کیا ہوگا۔ یہ غلط بھی ہوسکتا

ہے، صحیح بھی ہوسکتا ہے لیکن ایک کاوش تو ہے کہ ایک چھوٹی سی مشین ہے اس پر دنیا بھر کے کسی ملک کا نام لکھ دیں اس ملک کے کسی شہر کا نام لکھ دیں، کسی گاؤں کا نام لکھ دیں، قریے کا نام لکھ دیں، اس کا موسم آ جائے گا۔ یہ ساری کاوشیں دماغ کی ہیں۔ جب دماغ بیدار ہوتا ہے، جب دماغ کو جلا ملتی ہے، جب اسے عمل سے آراستہ کیا جاتا ہے تو وہ تحقیقات کرتا ہے اور انسانی استعمال کے لئے عجیب وغریب ایجادات سامنے لے آتا ہے۔ انسانی بیماروں کے علاج کی، انسانی اغذیہ کی، لباس کی ترقی یافتہ شکل لے آتا ہے۔ لیکن جب دل بیدار ہوتا ہے تو دل کمنڈ ڈالتا ہے اللہ کریم کی جنت اور بارگاہ رسالت ﷺ پر۔ جب دل بیدار ہوتا ہے تو یہ ستارے سیارے پیچھے رہ جاتے ہیں وہ عالم امر کی دنیا میں جا کر نظر ڈالتا ہے۔ وہاں کھنگالتا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ جب دل بیدار ہوتا ہے تو جو حقیقی اور دائمی چیزیں ہیں جنہیں ہمیشہ رہنا ہے ان کی جستجو میں نکل پڑتا ہے۔ اور اسے وہ نعمتیں نصیب ہوتی ہیں، وہ لذتیں نصیب ہوتی ہیں، وہ چیزیں دکھائی دیتی ہیں اور ان باتوں کی نشاندہی کرتا ہے جو حقیقی ہیں، ابدی ہیں، دائمی ہیں، جنہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ دل زندہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے اسے اللہ کے رسول ﷺ کی پہچان نصیب ہوتی ہے۔ رسول ﷺ کو ماننا، یہ دل کا اختیار ہے۔ قرآن کریم نے ایک عجیب منطق بتائی ہے، حدیث شریف میں بھی اس کی تائید ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے: یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَ ھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ (الاعراف:98) اے میرے حبیب ﷺ! آپ کی طرف نظریں گھما گھما کر دیکھتے ہیں لیکن آپ ﷺ کو دیکھ نہیں سکتے۔ اگر حضور ﷺ نظر نہیں آتے تھے تو کفار پتھر کس کو مارتے تھے، اگر حضور ﷺ نظر نہیں آتے تھے تو ایذا کس کو دیتے تھے پھر طعنے کس کو دیتے تھے؟ نظر تو آتے تھے لیکن انھیں محمد رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آتے تھے۔ انھیں جو کچھ نظر آتا تھا وہ ایک وجود دیکھتے تھے کہ ہمارے مکے کا رہنے والا قریشی بھائی ہے۔ اس کے پیچھے رسالت کا اتھاہ سمندر تھا، انوارات کی اتھاہ گہرائیاں تھیں، تجلیات باری کا اتھاہ سمندر تھا اس تک ان کی نگاہ نہیں جاتی تھی۔ اگر وہاں تک جاتی تو پھر کہہ اٹھتے محمد رسول اللہ ﷺ۔ تو قرآن کریم فرماتا ہے آپ ﷺ کی طرف نظر تو دوڑاتے ہیں لیکن آپ کو دیکھ نہیں سکتے یعنی اپنے جیسے ایک انسان کو دیکھتے ہیں۔ یہ رسالت کی حقیقت تک نہیں پہنچتے، آپ ﷺ کی عظمت کو نہیں پاسکتے اور جو کچھ اس انسانی لباس میں رحمۃ اللعالمینی ہے اس کے حجاب ہیں، انسانی حجاب کو دیکھتے ہیں اس رحمۃ اللعالمینی تک ان کی نگاہ نہیں پہنچتی۔ یہی بات حدیث شریف میں ملتی ہے کہ جب طائف میں حضور ﷺ پر پتھر پھینکے گئے، وجود اطہر کو زخموں سے چور کر دیا گیا، آپ ﷺ تھک کر ایک جگہ آرام فرما ہوئے تو اللہ کریم نے ملک الجبال کو، اس فرشتے کو جو پہاڑوں پر مقرر ہے حکم دیا کہ انھوں نے میرے نبی پر پتھر پھینکے ہیں، ہر ایک اپنی ہستی کے مطابق کام کرتا ہے تم جاؤ میرے نبی ﷺ سے اجازت لے لو اگر وہ اجازت دیں تو طائف تو پہاڑی علاقہ ہے بڑے بڑے پہاڑ ہیں، ایک پہاڑ اٹھا کر ان کی بستی پر پھینک دو۔ ملک الجبال حاضر ہوتے ہیں اور حضور ﷺ تشریف فرما ہیں، وجود اطہر زخمی ہے، خون نعلین مبارک میں جم گیا ہے اس لئے خادم بڑا زور لگا کر اتار رہا ہے۔ ملک الجبال حاضر ہوتا ہے، سلام عرض کرتا ہے، اجازت چاہتا ہے کہ اللہ نے مجھے آپ ﷺ سے اجازت لینے کا پابند فرما کر حکم دیا کہ ان پتھروں کے جواب میں جو انھوں نے میرے حبیب ﷺ پر پھینکے یہ پہاڑ اٹھا کر اس بستی پر پھینک دو تو حضور ﷺ اسے جواب دینے کی بجائے اللہ کریم سے دست بدعا ہیں۔ فرماتے ہیں: اللھم اھد قومی اے اللہ! تو انھیں ہلاک نہ فرما، ہلاک کرنے کی بجائے ہدایت دے دے۔ اگلا جملہ قابل غور ہے عذر پیش فرماتے ہیں فانھم لا یعلمون یہ بیچارے نہیں جانتے کہ پتھر کس پر پھینک رہے ہیں۔ اس بات پر میرے رب! خفا نہ ہو، یہ تیرے حبیب کو جانتے ہی نہیں۔ جانتے ہوتے تو قدموں پر نچھاور ہو جاتے یہ جانتے نہیں اس لئے پتھر پھینک رہے ہیں، ان کی یہ غلطی معاف کر دے۔ تو دل وہ آئینہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی پہچان دیتا

ہے اور ہم سے جب اطاعت چھوٹ جاتی ہے، نمازیں چھوٹ جاتی ہیں، روزے چھوٹ جاتے ہیں، بلا عذر شرعی صدقات نہیں دیتے، زکوٰۃ چرا لیتے ہیں، لوگوں کے مال پہ نظر رہتی ہے، لوگوں کی جان کی پرواہ نہیں کرتے، محض دنیا کے پیچھے لگے ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دل محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچان نہیں رہے۔ اگر پہچانتے ہوتے تو آپ ﷺ پر نچھاور ہو جاتے، نافرمانی نہ کرتے۔ میں آپ کے بارے فتویٰ دے دوں، آپ میرے بارے فتویٰ دے دیں یہ درست نہیں ہو گا۔ دلوں کے حال اللہ جانتا ہے لیکن میرے سمیت ہم میں سے ہر ایک کو اپنے دل میں جھانکنا چاہیے کہ میرا دل محمد رسول اللہ ﷺ سے شناسا ہے یا نہیں۔ اگر شناسا ہو گا تو جسم کا رواں رواں تابعدار ہو جائے گا، سوچیں آئیں گی تو بارگاہ رسالت کی، تمنا ہو گی تو اس بارگاہ کی، جان نکلے گی تو اس بارگاہ میں پہنچے گی۔ یقیناً نکیرین کے سوال جواب بڑے سخت ہیں وہ قبر میں آئیں گے، ہیبت ناک شکلیں ہوں گی اور بندہ گھبرایا ہوا دنیا سے تن تنہا وہاں پہنچے گا، قبر خود اسے بھینچے گی۔ لیکن مومن کے بارے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اس کے جسم میں جان آئے گی تو وہ فرشتوں کو دیکھ کر کہے گا، چھوڑو چھوڑو، ہٹ جاؤ میں نے نماز پڑھنی ہے، نماز کا وقت ہو رہا ہے مجھے نماز پڑھنے دو۔ ''ضعنی اُصلی'' تو نکیرین ایک دوسرے کو دیکھ کر کہیں گے اب ہم اس سے کیا پوچھیں۔ جواب تو اس نے سارے دے دیئے اس سے اب کیسا سوال۔ ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے ہیں جن کی روح قبض تو کہاں ہوئی لیکن اگلے لمحے بارگاہ رسالت میں موجود تھے۔ پتہ نہیں قبر والوں نے کیا پوچھا، کیا نہیں پوچھا میں نے تو ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو ابھی قبر کی طرف نہیں گئے جیسے ہی بدن سے روح نکلی بارگاہ رسالت میں موجود ہیں بلکہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کی ارواح موجود ہی بارگاہ رسالت میں ہوتی ہیں ملک الموت صرف وجود سے ان کا رشتہ منقطع کر دیتا ہے روح قبض نہیں کرنی پڑتی۔ یہ لوگ کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو پہچانا یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب نے شان رسالت کو اپنی حیثیت کے مطابق پایا۔ آپ ﷺ کی جو شان ارفع ہے اس سب کو جاننا اللہ کا کام ہے، میرا اور آپ کا نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنی بصارت، اپنی بصیرت، اپنی استعداد کے مطابق سمجھنا ہے لیکن جو کم سے کم سمجھتا ہے وہ بھی جان دے سکتا ہے اور جو اوقات اور جان مال چھپاتا ہے اللہ کریم فرماتے ہیں میں اس کی بڑی سخت سزا دیتا ہوں۔ وہ یہ دیتا ہوں وَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ کہ میں ان کے دلوں پر مہر کر دیتا ہوں پھر وہ کبھی پہچان سکتے ہی نہیں۔ اور افسوس کی بات یہ ہے کہ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ انھیں خود پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان کے دلوں پر مہر ہو گئی۔ وہ خود کو دانشور سمجھے بیٹھے ہوتے ہیں کہ میں نے اتنا مال جمع کر لیا، اتنی دولت لے لی، اتنے عہدے لے لئے، میں اتنا بڑا آدمی ہو گیا۔ انھیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا کہ ان کے دل اندھے ہو گئے ہیں۔ انھیں دربار رسالت ﷺ تو نظر ہی نہیں آ رہا، انہیں انوارات رسالت تو دکھائی ہی نہیں دے رہے، انہوں نے کبھی آخرت کو سوچا ہی نہیں، انہیں کبھی اللہ کی بارگاہ کا خیال ہی نہیں آیا۔ فرمایا: اللہ ان سے یہ سوچ بھی چھین لیتا ہے اور یہ بدنصیب ترین لوگ ہوتے ہیں۔

رمضان المبارک کا آخری جمعہ ہے، مبارک ساعتیں ہیں۔ ہمارے دسویں پارے کی تفسیر چل رہی تھی ابھی چند آیات باقی تھیں میں نے سمجھا کہ اس پارے کی جمعۃ المبارک پر ہی تکمیل ہو جائے تو بڑی سعادت کی بات ہے ورنہ شاید باتیں فضیلت رمضان المبارک پہ کرتے، روزے کی فضیلت پہ، لیلۃ القدر پہ بات کرتے، عبادات کی بات ہوتی لیکن الحمد للہ دسویں پارے کی تفسیر بیانیہ جو ہے وہ آج مکمل ہوئی اللہ کریم کا احسان ہے۔ زندگی مستعار ہے جب تک اللہ توفیق دے گا چلتی رہے گی جتنی اللہ کو منظور ہے بن جائے گی اور جہاں زندگی ساتھ چھوڑ گئی وہاں ذمہ داری بھی ختم ہو جائے گی پیچھے رہ جانے والوں کا اللہ حافظ ہے۔ وہ قادر ہے انھیں بھی ہدایت پہ رکھے۔ واخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العالمین۔

خواتین کا صفحہ

بہادر خواتینِ اسلام

سید سلیمان ندویؒ

زندہ قوموں کا یہ دستور ہے کہ اپنے مشاہیر کے کارناموں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں اور ان کا تذکرہ گاہے گاہے کرتی رہتی ہیں۔ آج ہم ان مجاہداتِ اسلام کا تذکرہ کر رہے ہیں جنہوں نے میدان جہاد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

اسلام میں بھی قدیم دستور قائم رہا۔ جہاد میں مردوں کے ساتھ ان کی عورتیں برابر شریک رہتی تھیں بخاری میں ہے کہ غزوہ اُحد میں اُم المومنین حضرت عائشہؓ اپنے ہاتھ سے مشک بھر بھر کر زخمی سپاہیوں کو پانی پلاتی تھیں، ان کے ساتھ دو اور صحابیات ام سلیمؓ اور ام سلیطؓ بھی اس خدمت میں شریک تھیں۔

محدث ابونعیم نے روایت کی ہے کہ جنگ خیبر میں فوج کے ساتھ چھ عورتیں بھی مدینہ سے چلی تھیں، رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر نہ تھی، جب معلوم ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے غضب ونفرت کے لہجے میں ان سے فرمایا کہ تم کو کس نے فوج کے ساتھ آنے کی اجازت دی۔ ان عورتوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ دوائیں ہیں، ہم زخمیوں کو مرہم لگائیں گے، بدن سے تیر نکالیں گے، کھانے کا انتظام کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خیر ٹھہرو۔ جب خیبر فتح ہوا تو اور سپاہیوں کے ساتھ ان عورتوں کو بھی رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت سے حصہ دیا۔

ام سلیمؓ اور انصار کی عورتیں انہی خدمات کے لیے اکثر غزوات میں شریک رہی ہیں۔ ربیعؓ بنت معوذ اور دوسری عورتوں نے شہداء اور مجروحین کو احد کے میدان جنگ سے اٹھا کر مدینہ لانے کی خدمت انجام دی تھی، ام رفیدہؓ صحابیہ کا ایک خیمہ تھا جس میں وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔

ام زیاد اشجعیہؓ اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوہ خیبر میں چرخہ کات کر مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ میدان سے تیر اٹھا کر لاتی تھیں اور سپاہیوں کو ستو پلاتی تھیں۔ حضرت ام عطیہؓ نے سات غزوات میں صحابہؓ کے لیے کھانا پکایا تھا۔

ابن جریر طبری ایک موقع پر لکھتا ہے، کہ مسلمانوں نے اپنے مقتولین کو ایک جگہ جمع کر کے صف کے پیچھے ڈال دیا اور جو لوگ مقتولین کی تجہیز و تکفین کے لیے متعین تھے، وہ مجروحین کو عورتوں کے سپرد کرتے اور جو شہداء ہوتے ان کو دفن کر دیتے۔ اغواث اور ارماث کی لڑائیوں میں جو فتح قادسیہ کے سلسلہ میں لڑی گئی تھیں، عورتیں اور بچے قبر کھودتے تھے۔

ایک عورت جو موقعِ جنگ پر موجود تھی، قادسیہ کی لڑائی کا واقعہ اس طرح بیان کرتی ہے کہ جب لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تو ہم اپنے کپڑے کس کر رزمگاہ کی طرف چلے۔ ہمارے ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں، میدان میں جہاں ہمیں کوئی مسلمان مجروح سپاہی نظر آیا، اس کو اٹھا لیا۔

مذکورہ بالا واقعات سے مذہبی ولولہ، قومی ہمدردی، غیرت اور بہادری کے علاوہ ان خدمات کی بھی تفصیل معلوم ہوتی ہے جو لڑائیوں میں عورتوں سے متعلق تھیں۔

(۱) زخمیوں کو پانی پلانا

(۲) فوج کے کھانے کا انتظام

(۳) قبر کھودنا

(۴) مجروح سپاہیوں کو معرکہ جنگ سے اٹھالانا

(۵) زخمی سپاہیوں کی تیمارداری کرنا

(۶) ضرورت کے وقت فوج کو ہمت دلانا اوران کی امداد کرنا

قرن اوّل کی تمام لڑائیوں کا مرقع ایک ایک کر کے تم اپنے سامنے رکھو، عموماً صفِ جنگ کے پیچھے تم عورتوں کو اپنے ادائے فرض میں مشغول پاؤ گے۔ مسلمان عورتوں کی سب سے آخری خدمت کے متعلق تفصیلی واقعات کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو گا کہ مسلمانوں کا یہ کمزور طبقہ اس نازک خدمت کو کس خوبی سے انجام دیتا تھا۔

حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ام سلیمؓ عموماً غزوات میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہا کرتی تھیں، حضرت طلیب بن عمیرؓ جب اسلام لائے اور اپنی ماں اروٰی بنتؓ عبدالمطلب کو اس کی خبر دی تو بولیں کہ تم نے جس شخص کی نصرت کی، وہ اس کا سب سے زیادہ مستحق تھا۔ اگر مردوں کی طرح مجھ میں بھی استطاعت ہوتی تو میں آپ ﷺ کی حفاظت کرتی اور آپ ﷺ کی طرف سے لڑتی۔

غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہؓ یہودیوں سے لڑ رہے تھے کہ بنو قریظہ لڑتے لڑتے اس مقام کے قریب پہنچ گئے جہاں مسلمان عورتیں اور بچے چھپے ہوئے تھے۔ بنو قریظہ اور مسلمان عورتوں کے درمیان کوئی ایسی فوج نہ تھی جو عورتوں کی حفاظت کر سکے۔ اسی اثنا میں ایک یہودی ان عورتوں کی طرف نکل آیا۔ خوف یہ تھا کہ اگر یہ یہودی بنو قریظہ سے کہہ آیا کہ ادھر عورتیں ہیں تو میدان خالی پا کر وہ عورتوں پر حملہ کر دیں گے۔ حضرت صفیہؓ نے جو رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی اور حضرت زبیرؓ کی والدہ، حضرت حسانؓ بن ثابت سے کہا کہ اس یہودی کو قتل کر دو۔ حضرت حسانؓ نے عذر کیا، آخر حضرت صفیہؓ خیمہ کا ایک ستون لے کر خود اتریں اور اس یہودی کو اسی ستون سے وہیں مار کر گرا دیا۔ مورخ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ یہ پہلی بہادری تھی جو ایک مسلمان عورت سے ظاہر ہوئی۔

امام عمارہؓ ایک مشہور صحابیہؓ تھیں۔ قبل از ہجرت مقام عقبہ میں جب مدینہ کے مسلمانوں نے کفار قریش سے چھپ کر رسول اللہ ﷺ کی امداد اور اسلام کی اشاعت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی تو اس مختصر جماعت میں جو اسلام کی سب سے پہلی جماعت تھی، ام عمارہؓ بھی شریک تھیں۔ اسلامی تاریخ میں اس واقعہ کو بیعت عقبہ کہتے ہیں۔ سن ۶ ھ میں جب رسول اللہ ﷺ نے حج کی نیت سے مکہ معظمہ کا ارادہ کیا اور مکہ میں داخل ہونے کے لئے آپ ﷺ نے قریش سے اجازت مانگی اور حضرت عثمانؓ مسلمانوں کی طرف سے سفیر بن کر مکہ گئے تو یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر ڈالا۔ اس وقت تمام صحابہؓ سے رسول اللہ ﷺ نے کفار قریش سے لڑنے اور مرنے پر بیعت لی جو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ ام عمارہؓ اس بیعت رضوان میں مسلمانوں کی طرف سے اپنے شوہر زیدؓ بن عاصم کے ساتھ جنگ اُحد میں بھی موجود تھیں، شریک تھیں، بلکہ عین اس وقت جب احد میں عام مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور آنحضرت ﷺ پر کفار بڑھ بڑھ کر وار کر رہے تھے اور جان نثار آ آ کر اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، یہ بہادر خاتون بھی تیغ بدست حملہ آوروں کو مار مار کر پیچھے ہٹا رہی تھیں، اس دن کئی زخم ان کے دست و بازو میں آئے تھے۔ اسی طرح دیگر غزوات میں بھی ان سے بے مثال بہادری کے کارنامے ظہور میں آئے ہیں۔ (اسد الغابہ)۔

حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے ادعائے نبوت کیا اور مقام یمامہ میں ایک خون ریز لڑائی کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس جنگ میں جو جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے، امام عمارہؓ بھی شریک تھیں اور جب تک ان کا ہاتھ زخمی نہ ہوا، دشمنوں سے

لڑتی رہیں۔ اس دن ام عمارہؓ کو بارہ زخم لگے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں اسلام کو جزیرہ نمائے عرب سے باہر قدم رکھنے کے لیے مشرق کی اُن دو پرزور طاقتوں سے مقابلہ کرنا پڑا جو دنیا میں روم اور ایران کے مہیب ناموں سے مشہور ہیں۔ رومیوں کا وہ سب سے خونریز معرکہ جس پر ان کی قسمت کا آخری فیصلہ ہوا، جنگ یرموک ہے، اور ایرانیوں کی وہ سب سے آخری پرزور کوشش جس سے زیادہ زور وقوت صرف کرنا تختِ کیانی کے امکان میں نہ تھا، جنگ قادسیہ ہے۔ یہ دونوں معرکے تاریخ اسلام کے بہترین کارنامے ہیں جنہوں نے دنیا میں پھیلنے کے لیے اسلام کا راستہ صاف کردیا۔

لیکن ان دونوں واقعات میں مسلمانوں کی فتح یابی مخدراتِ اسلام کے زورِ بازو اور آتش بیانی کی ممنون ہے۔ محرم ۱۴ ہجری میں مسلمانوں اور ایرانیوں میں مقام قادسیہ پر مقابلہ ہوا۔ ایرانیوں کی جمعیت ایک لاکھ سے زیادہ تھی اور مسلمان کچھ اوپر تیس ہزار تھے۔ اس معرکہ میں کئی ہزار مسلمان شہید اور زخمی ہوئے، عورتوں اور بچوں نے شہداء کی قبریں کھودیں اور مجروحین کو میدانِ جنگ سے اٹھالائے اور ان کی تیمارداری کی۔

قادسیہ کی لڑائی میں عورتوں کو کس قدر جوش تھا، اس کا اظہار ذیل کی تقریر سے ہوگا جو قبیلہ نخع کی ایک بوڑھی عورت نے اپنے بیٹوں کو میدانِ جنگ میں بھیجتے وقت کی تھی:

اِنُکم اَسلَمتم فَلم تُبَدُّلوا وَهَاجَرتُم فلم تثوبوا وَلم تَنب بکم البلاد وَلَم تقحمکم السَّنة ثم جئتم بِاُ مِّکُم عُجو ز کبیرةُ فوضعتمو ها بین یدی اَهل فارس انکم لبنو رجل واحد کما انکم بنو امراة واحدة ما خنت ابا کم ولا فضحت خالکم انطلقوا فاشهدو ا اول القتال الی آخره.

پیارے بیٹو! تم اسلام لائے پھر، پھرے نہیں، تم نے ہجرت کی تو تم کو کسی نے ملامت نہ کی، تمہارا وطن تمہارے ناموافق تھا نہ تم پر قحط پڑا تھا۔ تم نے اپنی بوڑھی ماں کو اپنے ساتھ لاکر اہل فارس کے سامنے ڈال دیا۔ خدا کی قسم! تم ایک باپ کی اولاد ہو، جس طرح تم ایک ماں کی اولاد ہو۔ نہ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ میں نے تمہارے ماموں کی فضیحت کی۔ جاؤ اور شروع سے آخر تک لڑو۔

بیٹوں نے ایک ساتھ دشمنوں پر حملہ کیا اور بڑی بہادری سے لڑے، جب نظروں سے غائب ہوگئے تو اس بوڑھی عورت نے دعا کو ہاتھ اٹھایا کہ خدایا! میرے بچوں کو بچانا۔ اختتام جنگ پر بہادر بیٹے صحیح و سالم اپنی ماں کے پاس آئے اور غنیمت کا مال ماں کے آگے ڈال دیا۔

جنگ قادسیہ میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساءؓ بھی شریک تھی۔ خنساءؓ کے ساتھ ان کے چاروں بیٹے بھی شریک تھے۔ شب کے ابتدائی حصہ میں جب ہر سپاہی صبح کے ہولناک منظر پر غور کررہا تھا، آتش بیاں شاعرہ نے اپنے بیٹوں کو یوں جوش دلانا شروع کیا۔

یا بنیی، انکم أسلمتم وهاجر تم مختارين، والله الذی لا اله غیر ه انکم لبنو رجل واحد، کما انکم بنو امراة واحدة، ماخنت أبا کم ولا فضحت خالکم، ولا هجنت حسبکم، ولا غيرت نسبكم. وقد تعلمون ما اعد الله للمسلمین من الثواب الجزيل فی حرب الكافرين. و اعلموا أن الدار الباقية خير من الدار الفانية، يقول الله عزوجل: یا أيهاالذين أمنوا اصبروا وصابروا ور ابطوا. و اتقو الله لعلكم تفلحون. فاذا اصبحتم غدا ان شاء الله سالمين فاغدوا الى قتال عدو كم مستبصرين، وبالله على اعد ائه مستنصرين. واذا رأيتم الحرب قد شمرت عن ساقها، واضطرمت لظى على سياقها، وجللت نار اعلى اروافها، فتيمموا وطيسها، وجا لدوا رئيسها عند احتدام خميسها، تظفرو ا بالغنم والكرامة، فی دار الخلد و المقامة (أسد الغابة).

"پیارے بیٹو! تم اپنی خواہش سے مسلمان ہوئے اور تم نے ہجرت کی، اللہ وحدہ لاشریک کی قسم! کہ تم جس طرح ایک ماں کے بیٹے ہو، ایک باپ کے بھی بیٹے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے بددیانتی نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو ذلیل کیا اور نہ تمہارے حسب ونسب میں داغ لگایا۔ جو ثواب اللہ عزّ وجل نے کافروں سے لڑنے میں مسلمانوں کے لیے رکھا ہے، تم اسکو خود جانتے ہو۔ خوب سمجھ لو کہ آخرت جو ہمیشہ رہنے والی ہے، اس دار فانی سے بہتر ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔ مسلمانو! صبر کرو اور استقلال سے کام لو۔ اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو ۔کل ان شاء اللہ جب خیریت سے تم صبح کرو تو تجربہ کاری کے ساتھ اور اللہ سے نصرت کی دعا مانگتے ہوئے دشمنوں پر جھپٹ پڑنا اور جب دیکھنا کہ لڑائی زوروں پر ہے اور ہر طرف اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں تو تم خاص آتش دانِ جنگ کی طرف رُخ کرنا اور جب دیکھنا کہ فوج غصہ سے آگ ہو رہی ہے تو غنیم کے سپہ سالار پر ٹوٹ پڑنا۔ اللہ کرے کہ تم دنیا میں مالِ غنیمت اور عقبیٰ میں عزت پاؤ"۔

صبح کو جنگ چھڑتے ہی خنساءؓ کے چاروں بیٹے یکبارگی دشمنوں پر جھپٹ پڑے اور آخر کو بڑی بہادری سے چاروں لڑ کر شہید ہوئے۔ خنساءؓ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے کہا، اس اللہ کا شکر ہے جس نے بیٹوں کی شہادت کا مجھے شرف بخشا۔ حضرت عمرؓ آٹھ سو دینار خنساءؓ کو اس کے چاروں بیٹوں کی تنخواہ کے دیا کرتے تھے۔

واقعہ جسر کے بعد جس میں مسلمانوں کو، ایرانیوں کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی تھی، ایک دوسرا ہولناک معرکہ ہوا جو جنگ بویب کے نام سے مشہور ہے۔ جنگ بویب میں جس کو قادسیہ کی تمہید سمجھنا چاہیے، مسلمانوں کو ایرانیوں کا بہت سا سامانِ رسد ہاتھ آ گیا۔ مسلمان عورتوں کو رزمگاہ سے بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ کھانے کا انتظام چونکہ عورتوں ہی سے متعلق تھا، اس لیے مثنیٰ نے جو فوج کے سپہ سالار تھے، یہ سارا سامان فوج کے ایک رسالہ کی حفاظت میں عورتوں کے پاس بھیج دیا۔ یہ رسالہ گھوڑے اڑاتا ہوا عورتوں کی فرودگاہ کی طرف چلا۔ عورتیں سمجھیں کہ دشمن چڑھ آئے ہیں۔ عورتوں کے خیموں میں اسلحہ کہاں سے آتا، بچوں کو پیچھے کھڑا کیا اور خود پتھر اور خیمہ کی چوبیں لے لے کر کھڑی ہو گئیں۔ عمر بن عبدالمسیح جو اس رسالہ کا افسر تھا پکارا کہ اسلامی فوج کی عورتوں کو بے شک ایسا ہی بہادر ہونا چاہیے، یہ کہہ کر اس نے عورتوں کو مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری سنائی اور چیزیں ان کے سپرد کر دیں۔

ملیسان کی لڑائی میں اس سے بھی ایک عجیب بہادری عورتوں سے ظاہر ہوئی۔ دریائے دجلہ کے قریب، اہل ملیسان اور مسلمانوں کا سامنا ہوا۔ مغیرہ جو اس وقت فوج کے سپہ سالار تھے، میدان جنگ سے عورتوں کو بہت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اردۃ بنت حارث نے جو طبیب العرب کلدہ کی پوتی تھیں، عورتوں سے کہا کہ اگر ہم مسلمانوں کی مدد کرتے تو نہایت مناسب ہوتا یہ کہہ کر انہوں نے اپنے دوپٹے کا ایک بڑا علم بنایا اور عورتوں نے بھی اپنے اپنے دوپٹوں کی جھنڈیاں بنائیں۔ دونوں طرف کے بہادر دل توڑ کر حملے کر رہے تھے کہ اس سامان کے ساتھ عورتیں پرچم اڑاتی ہوئی فوج کے قریب پہنچ گئیں۔ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں کی امداد کو ایک تازہ دم فوج اور پہنچ گئی، غنیم کے بازو ست پڑ گئے اور آن کی آن میں یہ سیاہ بادل پھٹ گیا۔

عہد صدیقی میں اول اول ۱۳ھ میں مسلمانوں نے دمشق پر لشکر کشی کی چند معرکوں کے بعد اہلِ دمشق قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمان دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ معلوم ہوا کہ نوے ہزار رومی بڑے سروسامان کے ساتھ اجنادین میں جمع ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کی فوج منتشر طور سے تمام ملک شام میں پھیلی ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ کی جو عراق کو پامال کر کے دمشق میں آ کر مل گئے تھے، یہ رائے قرار پائی کہ کل اسلامی فوج کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع ہونا چاہیے۔ ان فوجوں کی مجموعی تعداد چوبیس ہزار تھی، کل افسران اسلام جہاں جہاں تھے، اپنی اپنی

فوجیں لیے ہوئے اجنادین کی طرف بڑھے۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور خالد بن ولیدؓ نے بھی دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین کی طرف باگ اٹھائی۔ حضرت خالدؓ فوج کے آگے آگے جا رہے تھے اور حضرت ابوعبیدہؓ تھوڑی فوج کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو لیے ہوئے مع خیمے اور سامان رسد کے، پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ اہلِ دمشق نے دیکھا کہ مسلمان ڈیرے خیمے اُٹھائے لدے پھندے جا رہے ہیں۔ ان کو انتقام کا موقع نہایت مناسب معلوم ہوا، قلعہ کے پھاٹک کھول کر فوراً پیچھے سے حملہ کر دیا۔ قیصر روم نے دمشق کے لیے کچھ امدادی فوجیں بھیجی تھیں، اتفاق سے عین وقت پر وہ بھی آ پہنچیں، اور آتے ہی انہوں نے مسلمانوں کو اگلی طرف سے روک لیا۔ اس وقت مسلمانوں میں جس انتہا کی بدحواسی پیدا ہونی چاہیے تھی، وہ ظاہر ہے مگر اس کے برخلاف انہوں نے نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ دونوں طرف کے حملے روکے لیکن ان کی زیادہ تر توجہ سامنے کی فوج کی طرف منعطف تھی۔ اتنا موقع بھی اہل دمشق کو غنیمت معلوم ہوا اور مسلمان عورتوں کو اپنی حراست میں لے کر قلعہ دمشق کی طرف رخ کیا۔

عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، خولہ بنت ازور نے کہا، بہنو! کیا تم یہ غیرت گوارا کرسکتی ہو کہ مشرکینِ دمشق کے قبضہ میں آجاؤ، کیا تم عرب کی شجاعت وحمیت کے دامن میں داغ لگانا چاہتی ہو، میرے نزدیک تو مرجانا اس ذلت سے کہیں بہتر ہے۔ ان چند فقروں نے ایک آگ سی لگا دی، خیموں کی چوبیں لے لے کر باقاعدہ ہاتھ باندھ کر آگے بڑھیں۔ سب سے آگے خولہ بنت ازور، ضرار کی بہن تھیں، اور ان کے پیچھے عفیرہ بنت عفار، ام ابان بنت عتبہ، سلمہ بنت نعمان بن مقرن وغیرہ تھیں۔ کچھ دیر کے لیے تو حیرت نے دمشقیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اتنی دیر میں عورتوں نے تیس لاشیں گرا دیں اور آخر کو پھر انہوں نے بھی حملہ کر دیا۔ دمشقیوں کے قدم اکھڑنے کو تھے کہ مسلمان بھی ادھر سے فارغ ہو کر آ گئے۔ دمشقی فوج میں جو رمق جان باقی تھی وہ بھی ان حملوں سے نکل گئی۔ باقی فوج بھاگ کر دمشق میں قلعہ بند ہو گئی اور اسلامی فوج کی عنانِ عزیمت پھر اجنادین کی طرف مڑی۔

ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) نے اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کر کے مسلمان عورتوں کی عفت، عصمت، دلیری و بہادری کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ وہ ''عورتیں ہیں جو شمشیر زنی، نیزہ بازی، تیراندازی میں نہایت ماہر تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ نازک سے نازک موقع پر بھی یہ اپنے دامنِ عفت کے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہوتی تھیں''۔

جنگ یرموک مسلمانوں کی سب سے پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ اس معرکہ میں مسلمان کل چالیس ہزار (۴۰،۰۰۰) تھے، مگر جو تھے عرب میں انتخاب تھے۔ رومیوں کی جمعیت دو لاکھ سے زائد تھی اور آدمیوں کا یہ طوفان اس جوش وخروش کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا کہ گمان تھا کہ ایک ٹکر میں یہ مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دے گا۔ یرموک میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد میں چوگنے سے زیادہ کا فرق تھا۔ عیسائیوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ بیس ہزار (۲۰،۰۰۰) رومیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال لی تھیں کہ ہٹنا چاہیں بھی تو نہ ہٹ سکیں۔

دو لاکھ (۲۰۰،۰۰۰) ٹڈی دل اس زور وشور سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا کہ اسلامی فوج کا داہنا بازو ہٹتے ہٹتے عورتوں کے خیمہ گاہ تک آ گیا۔ لخم وجذام کے قبیلے ایک مدت تک ان عیسائیوں کے ماتحت رہے تھے اور اب مسلمان ہو گئے تھے میسرہ (بایاں حصہ) میں زیادہ تر یہی لوگ تھے۔ رومیوں نے ان کی طرف رخ کیا تو یہ مرعوب ہو کر نہایت بے ترتیبی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ رومی تعاقب کرتے ہوئے خیموں تک پہنچ گئے۔ عورتوں کے غصہ کی انتہا نہ رہی، فوراً خیموں سے باہر نکل آئیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کا سیلاب جو نہایت سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا، دفعتہً تھم کر پیچھے ہٹ گیا۔ اب خواتین نے بھاگتے

ہوئے مسلمانوں کو روک کر پھر آگے بڑھایا اور فوج کی پشت پر آ کر مسلمانوں کو غیرت دلا دلا کر جوش پیدا کرنے لگیں۔ عورتوں کی ان کوششوں کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے پاؤں پھر سنبھل گئے۔ قریش کی عورتیں تلواریں گھسیٹ گھسیٹ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑیں اور حملہ کرتے ہوئے مردوں سے آگے نکل گئیں۔ حضرت معاویہؓ کی بہن جویریہ عورتوں کا ایک دستہ لے کر آگے بڑھیں اور نہایت دلیری سے لڑ کر زخمی ہوئیں۔ حضرت معاویہؓ کی ماں ہند بنت عتبہ مردوں کو مخاطب کر کے یہ کہتی تھیں:

یا معشر العرب عضدوا الغلمان بسیو فکم. (البلا ذری)

ضرار بن ازور کی بہن خولہ یہ شعر پڑھ کر مسلمانوں کو غیرت دلاتی تھیں:

یا ھا ربا عن نسوۃ تقیات

ر میت با لسھم و المنیات

اے پاکدامن عورتوں کو چھوڑ کر بھاگنے والو! تم موت اور تیر کے نشانہ نہ بنو۔

مورخ طبری نے اس جنگ میں ام حکیم بنت حارث کا نام خصوصیت سے لیا ہے۔ ابن اثیر جزری نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی پھوپھی زاد بہن اسماء بنت یزید نے تنہا نو (۹) رومیوں کو مار ڈالا۔ جو عورتیں مردانہ وار جنگ یرموک میں لڑیں، ابن عمر واقدی اُن میں سے بعض کے یہ نام بتاتا ہے۔ اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ، عبادہ بن صامتؓ کی بیوی خولہ بنت ثعلبہ، کعوب بنت مالک، سلمٰی بنت ہاشم، نعمت بنت قناس، عفیرہ بنت عفارہ۔

جنگ یرموک کے بعد پھر مسلمانوں کی فوج رومیوں کے مقابلہ پر جا رہی تھی۔ ایک روز اس نے دمشق کے قریب مرج الصفر میں قیام کیا۔ خالد بن سعید جنہوں نے حال ہی میں ام حکیم بنت حارث سے نکاح کیا تھا نے یہیں مسلمانوں کی دعوت ولیمہ کی، ایک پُل کے قریب اُم حکیم کا خیمہ نصب ہوا جو اسی مناسب سے اب تک ام حکیم کا پُل کہلاتا ہے۔ ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے بھی لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس زور سے حملہ کیا کہ رومیوں کو پسپا ہو جانا پڑا۔ ام حکیم بھی نہایت دلیری سے لڑیں، رومیوں کے سات آدمی ان کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے۔

جنگ جمل میں گو حضرت عائشہؓ کا فوج لے کر حضرت علیؓ کے مقابلہ میں آنا ہم ایک اجتہادی غلطی سمجھتے ہیں لیکن اس سے عورتوں کے استقلال، دلیری، ثابت قدمی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔

فتوحات واقدی کی روایتیں اگر تسلیم کر لی جائیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ شام کی فتوحات میں عورتوں کا بہت بڑا حصہ ہے، خصوصاً ام حکیم، ہند، ام کثیر، اسماء، ام ابان، ام عمارہ، خولہ، لبنٰی عفیرہ، ان عورتوں نے بعض بعض موقعوں پر اس مردانگی سے جنگی خدمات انجام دیں کہ مردوں سے بن نہیں آ سکتے۔

عتبہ بن غزوان حضرت عمرؓ کی طرف سے امیر تھا، ازدہ بنت حارث جو طبیب عرب کلدہ کی پوتی تھی، عتبہ کی بیوی تھی۔ عتبہ جب اہل مدینۃ الفرات سے سرگرم مقابلہ تھا تو اس کی بیوی ازدہ اپنی تقریر سے لوگوں کو ابھارتی تھی اور جوش دلاتی تھی۔

دمشق کے حملہ میں جب ابان بن سعید، توما، حاکم دمشق کے ہاتھ سے شہید ہوئے، تو ان کی بیوی ام ابان بنت عتبہ اپنے مقتول شوہر کے سارے جنگی اسلحہ لگا کر قصاص لینے کو نکلیں اور دیر تک دشمنوں کا مقابلہ کرتی رہیں۔ اہل دمشق گو محصور تھے لیکن شہر پناہ کے برجوں سے برابر مسلمانوں کا جواب دیتے تھے۔ سب کے آگے ایک مقدس شخص ہاتھ میں طلائی صلیب لئے ہوئے ارباب ثلثہ سے دعائے فتح مانگ رہا تھا۔ ام ابان کو تیراندازی میں بڑی قدرت تھی، ایسا تاک کر تیر مارا کہ صلیب اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر قلعہ کے نیچے گر پڑی۔ مسلمانوں نے دوڑ کر صلیب اٹھالی، عیسائیوں سے صلیب اعظم کی یہ تذلیل دیکھی نہ گئی، توما، غصہ سے شہر کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا اور پھر اس زور کا رن پڑا کہ

مسلمان گھبرا اٹھے۔ رومیوں نے صلیب کی واپسی کے لئے لاکھ لاکھ کوششیں کیں مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی۔ جس نے ادھر کا رخ کیا، ام ابان نے اس کو تیروں پر دھرلیا۔ توما، جو کسی طرح پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیتا تھا، ام ابان نے اس کی آنکھ میں ایسا تاک کر تیر مارا کہ وہ چیختا ہوا بھاگا، اس وقت ام ابان رجز کے یہ شعر پڑھ رہی تھیں۔

اُم ابانٍ فاطلبی تارک　　　صولی علیهم صولة المتدارک

ام ابان تو اپنا انتقام لے اور ان پر پے در پے حملے کئے جا

قد ضج جمع القوم من بنالک

رومی تیرے تیروں سے چیخ اٹھے یرموک کی سب سے خوفناک لڑائی یوم التعویر، مسلمان عورتوں کی بہادری کا عجیب وغریب نمونہ تھی۔ مسلمانوں کو ہزیمت ہو جاتی اگر عورتیں تلواریں کھینچ کر رومیوں کے منہ نہ پھیر دیتیں، ہند، خولہ، ام حکیم، اور بہت سی قریش کی عورتوں نے مردانہ وار حملے کیے۔ اسماء بنت ابی بکر گھوڑے پر سوار اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کے ساتھ تھیں اور برابر حضرت زبیرؓ کے دوش بدوش لڑتی جاتی تھیں۔

سنہ ۹۰ء میں ولید بن عبد الملک کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے بخارا پر فوج کشی کی۔ قتیبہ اس فوج کا سپہ سالار بنا کر بھیجا گیا۔ عرب میں ازد کا قبیلہ بہادری اور شجاعت میں ضرب المثل تھا، اسلامی فتوحات میں اس کے کارنامے نہایت روشن ہیں۔ بخارا کے ترک بھی بڑے سرد سامان سے مسلمانوں کے مقابلہ کو نکلے۔ قبیلہ ازد نے کہا پہلے تنہا ہم کو زور آزمائی کرنے دو۔ قتیبہ نے ان کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ ازدی بڑھے اور نہایت بہادری سے حملے کیے لیکن مقابلہ معمولی لوگوں سے نہ تھا۔ ترکوں نے اس ثابت قدمی سے جواب دیئے کہ ازدی ہٹتے ہٹتے قیام گاہ تک آ گئے۔ ترکوں نے بڑھ کر اور زور سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ عورتوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کو شکست ہوا ہی چاہتی ہے، وہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور مار مار کر گھوڑوں کے رخ پھر میدان جنگ کی طرف پھیر دیئے اور ایک عام شور برپا کر دیا۔ مسلمانوں کی ہمت بندھی اور وہ سنبھل گئے اور پلٹ کر اس زور وشور سے حملے کئے کہ ترک پھر نہ جم سکے۔ گو اس موقع پر عورتوں نے تلواریں نہیں اٹھائیں لیکن یہ فتح بالکل عورتوں کی کوشش سے ہوئی اگر عورتیں ہمت نہ کرتیں تو مسلمان میدان جنگ چھوڑ چکے تھے۔

ضرورت سٹاف

1...... PHP/.Net Web Developer

2...... تجربہ کار سیلز / مارکیٹنگ سٹاف

3...... تجربہ کار کمپیوٹر آپریٹر

تعلیم B.A / B.Com

ٹائپنگ سپیڈ کم از کم 50

4...... آفس بوائے۔

5...... ڈرائیور۔

6...... گارڈ۔

رابطہ: رحمت اللہ ملک اینڈ کمپنی

6- مزنگ روڈ، لاہور۔

فون: 042-37310974-5

ایمان

اقتباسات از تفسیر اسرار التنزیل

میجر ریٹائرڈ غلام قادری

ایمان ایک نور ہے جو قلب میں پیدا ہوتا ہے اور کفر ظلمت ہے جو قلب پہ چھا جاتی ہے۔ ایمان کا مصدر سینۂ رسول کریم ﷺ ہے اور ہر مسلمان کے دل میں وہاں سے نور مترشح ہوتا ہے جس میں اتباع اور اطاعت سے زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے اور یوں بعض دلوں میں نور کی نہریں اور دریا موجزن ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کفر ظلمت ہے۔ کافر کا ہر فعل چونکہ اطاعت سے خالی ہوتا ہے اس لیئے ظلمت ہی لاتا ہے۔ اطاعت رسول ﷺ سے جو نور پیدا ہوتا ہے وہ قلب میں نور کی زیادتی کا باعث تو بنتا ہی ہے ماحول کو بھی اپنی قوت کے مطابق متاثر کرتا ہے اور پوری فضا کو منور کرتا ہے اس لیے ایسے لوگوں کا حدیث پاک میں ذکر ہے کہ جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آئے۔

کفر ظلمت یا بدکاری ظلمت ہے جو دل کو بھی تباہ کرتی ہے اور ماحول کو بھی متاثر کرتی ہے۔ جب فضا ایک خاص حد تک مکدر ہو جائے تو عذاب الٰہی کے نزول کا باعث بنتی ہے اور پھر اس کی لپیٹ میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ پورا ماحول آ جاتا ہے۔ جس طرح پہلی قوموں پر عذاب نازل ہوئے ان کے نزول کا سبب انسانی اعمال ہی تھے مگر پورے ماحول کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا روز حشر یہی ظلمت چہروں پر عیاں ہوگی چونکہ وہ دن اعمال کے ظاہر ہونے کا ہوگا۔

ایمان دراصل رسول کریم ﷺ کی معرفت کا نام ہے جو آپ ﷺ پر اعتبار و یقین کی دولت عطا کرے تو یہ کیفیت فیضان و برکات نبوت کے حصول کا سبب بنتی ہے۔ اصل ایمان دل کا ایمان ہے اور تمام اعمال کی اصل قلب کے خلوص پر ہے کہ وہ کس درجے کا ہے اسی کے مطابق اجر و ثواب ہوگا۔ اسی لیے تمام سلاسل تصوف ذکر قلبی پر زور دیتے ہیں کہ جب دل روشن ہوگا تو باقی کام آسان ہو جاتا ہے اگر دل ہی روشن نہ ہو تو باقی کیا کرایا بھی تباہ ہو جائے گا۔

ایمان دل کی اس حالت، اس طلب اور اس جستجو پہ نصیب ہوتا ہے جو دل میں تخلیقی طور پر قادر مطلق نے رکھ دی ہے اگر وہ طلب مر جائے تو اللہ کا فرمان ہے لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ برائیاں جب بڑھ جاتی ہیں، دل پہ ظلمت چھا جاتی ہے اور وہ کیفیت جسے انابت کہتے ہیں ختم ہو جاتی ہے تو یہ ایمان سے محرومی کا سبب بن جاتی ہے

ہر دل میں ایک قندیل ہے اس میں بتی موجود ہے تیل بھی ہے لیکن اس میں روشنی نور نبوت سے آتی ہے۔ دل کا تعلق نبی کریم ﷺ سے جڑ جائے تو قندیل روشن ہو جاتی ہے ورنہ مزید کفر کی ظلمت کی گرد اس کو تباہ کر دیتی ہے اور یوں توفیق ایمان ہی سلب ہو جاتی ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں ایمان کی بے حد اہمیت ہے اور ایمان صرف اقرار کا نام نہیں ایمان کی ساری عمارت یقین بالآخرت پر ہے ایمانیات سارے غائب ہیں انسانی حواس کے دائرے میں نہیں آتے نہ کوئی دیکھ سکتا ہے نہ ہی مثال دے سکتا ہے لیکن اللہ کے رسول ﷺ کی صداقت پر یقین کا نام ہی ایمان ہے۔ ہدایت کا مدار آخرت پر یقین کامل سے ہے۔ ایمان صرف

اقرار کا نام نہیں ہے یہ تو ایسا یقین ہے جو دل میں اتر جائے اور ایمان کو اس یقین کے مطابق ڈھال دے۔ ایمان سے مراد یہ ہے کہ عملی زندگی اسکی تعبیر بن جائے فراخی یا تنگی میں ایمان باللہ پر قائم رہا جائے۔ایمان پوری زندگی کومحیط ہے۔

بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

ایمان اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ رشتہ قائم کردے کہ قلب اطہر پیغمبر میں جو نور موجزن ہے ایمان والے کے قلب میں بھی پہنچے اگر ایمان کی ڈور یا وہ رشتہ جو قلب اطہر سے قائم تھا کسی وجہ سے کٹ جائے تو ایسا شخص کسی نہ کسی کفر یہ مذہب میں جا پھنستا ہے اور اس کے کٹنے کا سبب پیسے کا چکر، شیطانی وظائف اور چلے جیسے کئی اسباب ہیں جو اس تباہی کا سبب بنتے ہیں اللہ سب کو محفوظ فرمائے۔ ایمان اور عمل صالح لازم وملزوم ہیں۔

ایمان کیلئے اللہ کی ذات وصفات سب اسی طرح تسلیم کرنا ہوں گی جس طرح رسول کریم ﷺ نے منوایا۔ جب معرفت الٰہی بوساطت نبی کریم ﷺ نصیب ہوتی ہے تو آدمی اللہ کے علاوہ باقی ساری مخلوق سے مستغنی ہوجاتا ہے ہر رکوع وسجدہ بندے کو رب کے قرب کا احساس دلاتا رہتا ہے اور رشتۂ ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

ایمان، عبادات، اتباع رسالت یہ سب روح کی غذا ہیں۔ اگر آدمی ایمان سے محروم ہے تو اسکی روح زندہ نہیں بلکہ لاش محض ہے جو بدن کی قبر میں دفن ہے۔ ایمان زندگی اور کفر موت ہے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یقین اتنا محکم ہو کہ بندے سے عمل کروا سکے۔ایمان ایک دعویٰ ہے اور اعمال اس کے گواہ۔ اعمال وکردار گواہی نہ دے سکیں تو دعویٰ مشکوک ہے۔اسلام اور ایمان ایک بہت بڑی ذمہ داری کا نام ہے۔ آج مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرے، مخلوق خدا کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے تسخیر عالم میں کافروں سے آگے بڑھے اور جدید علوم سیکھے۔

ایمان عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ کا دعویٰ ہے۔ اطاعت رسول کا دعویٰ ہے۔ ایمان یہ اعلان ہے کہ میں اللہ کے چاہنے والوں میں سے ہوں۔ میں اللہ کا طالب اور حضور ﷺ کا غلام ہوں۔ ایسے ایمان والوں سے اللہ کریم مطالبہ کرتے ہیں کہ اب میری حضوری کا حق ادا کرو۔تمہاری زندگی، تمہارے عمل، تمہارے افکار سے میری حضوری کی خوشبو آئے تمہاری زبان کھلے تو تمہیں ادراک ہو کہ تم اللہ کے روبرو ہو۔ ہر وقت ہر کام کرتے ہوئے ایمان کے دعوے کو کردار وعمل سے ثابت کرو۔ موت قبول کرلو لیکن اللہ کی نافرمانی کا سوچو بھی نہیں۔ حضور حق یہ اعزاز نبی کریم ﷺ کے طفیل نصیب ہو تو اسے برقرار رکھنا ضروری ہے۔ اللہ کریم اپنی کتاب میں جب ایمان والوں کو مخاطب فرماتے ہیں تو اس میں عجیب لذت اور چاشنی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دل میں اللہ کی عظمت ہو لذت آشنائی ہو

اے میرے بندو! میرے چاہنے والو! محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرنے والو! اے وہ لوگو! جنہیں انتظار ہے کہ کب میداں حشر میں اللہ کے جمال باری کا دیدار ہوگا۔ میرے چاہنے والو! میری محبت کا حق ادا کرو۔ میرے حق کی ادائیگی میں موت قبول کرلو لیکن اسکی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو مرو بھی تو مسلمان ہو کر اس یقین کے ساتھ دنیا سے جاؤ کہ اللہ حاضر وناظر ہے دنیا کی زندگی حضور حق کے ساتھ گزارو اور اسی کے ساتھ دنیا سے جاؤ۔ تمہارا کاروبار حیات، دوستی دشمنی، سیاست حکومت، اخلاق وعبادات، جینا مرنا سب کچھ مثالی ہو۔ موت بھی اسی دعوے سمیت آئے محبوب کے قدموں میں آئے، ایسی ثابت قدمی دکھاؤ۔

قارئین کرام۔ ایسا ایمان مطلوب ہے جسکی تیاری جس کیلئے محنت شیخ

المکرم کردار ہے ہیں طلب صادق ہے تو آ کر یہ نعمت حاصل کرو۔

لطائف اور قلب اطہر حضور اکرم ﷺ

اگر لطائف ہی منور ہو جائیں تو سلطان اذکار سے، ہر ذرۂ بدن سے ایک نور کی تار نکلتی ہے جس کا تعلق قلب اطہر رسول اللہ ﷺ سے ہوتا ہے۔ ایمان بھی جب آدمی کو نصیب ہوتا ہے تو قلب اطہر رسول ﷺ اور قلب مومن کے درمیان نور کی ایک تار بن جاتی ہے اور اس پر اگر لطائف نصیب ہو جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو وجود کے ہر ذرے کا تعلق قلب اطہر ﷺ سے ہو جاتا ہے۔ سائنسدانوں کی تحقیق کے مطابق انسانی وجود میں دس ہزار کھرب سیل ہوتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ اگر لطائف منور جائیں اور سلطان الاذکار نصیب ہو جائے تو دس کھرب تاریں ایک وجود سے قلب اطہر تک جاتی ہیں۔ اب انسان کا کردار اور اس کے یقین کی قوت ہے کہ وہ ان میں سے تاریں توڑتا ہے یا انہیں مزید مضبوط کرتا ہے۔

بقیہ : ماہانہ بیان یقینی فلاح۔ تزکیہ اور اسم ذات

ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے یا دوسرے انبیاء پر جو پہلے صحیفے، پہلی کتابیں نازل ہوئیں ان کا ماحصل بھی یہی تھا کہ وہ کام کئے جائیں اور اس طرح کئے جائیں جس سے آخرت بنے، تزکیہ ہو، ذکر اسم ذات نصیب ہو اور اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت نصیب ہو۔ قرآن کریم میں جو ساری تفصیل ہے اس کا ماحصل بھی یہی ہے۔ بے شمار مثالیں، بے شمار تاریخی واقعات، بے شمار احکام، بے شمار نصائح ان سب کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو تزکیہ نصیب ہو۔ اُسے ذکر اسم ذات نصیب ہو جائے۔ اس کے روئیں روئیں میں اللہ اللہ بس جائے اور وہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے کی استعداد پالے عام آدمی کی طرح آخرت پر دنیا کو ترجیح نہ دے۔ تو یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن۔

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

حضرت نوح علیہ السلام

بچوں کا صفحہ

تحریر: اے خان

بچو! آج آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ سناتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ''آدم ثانی'' بھی کہتے ہیں کیونکہ آپؑ کے زمانے میں ایمان والوں کے علاوہ تمام دنیا کے انسان، جانور، پرندے پانی میں غرق ہو کر مر گئے تھے اور موجودہ انسان حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کا ساتھ دینے والے ایمان دار لوگوں کی اولاد سے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ ہے (اس کا مطلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے دس صدیاں بعد حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے)۔ اُن دس صدیوں میں دُنیا میں اسلام ہی اسلام تھا۔ تمام کے تمام لوگ اللہ تعالیٰ کو ایک مانتے اور اس طرح عبادت کرتے تھے جیسا کہ اُن کو حضرت آدم علیہ السلام نے عبادت کرنا سکھایا تھا۔

قومِ نوح بے حد ترقی یافتہ قوم تھی۔ اِس موجودہ صدی کے لوگ ابھی ترقی کر کے وہاں تک نہیں پہنچے جہاں تک قومِ نوح نے ترقی کر لی تھی۔ مثلاً انہوں نے ایک ایسا محلول تیار کر لیا تھا جو اگر سنگِ مرمر جیسے سخت پتھر پر بھی ڈالا جاتا تو وہ موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ اس نرم ہوئے پتھر کو وہ لوگ مختلف شکلوں میں ڈھال لیتے۔ کچھ عرصے بعد یہ دوبارہ سخت پتھر ہو جاتا مگر اِس میں یہ خصوصیت پیدا ہو جاتی کہ یہ دن میں سورج کی روشنی جذب کرتا اور ساری رات روشن رہتا۔ وہ لوگ اِنہیں گھروں، گلیوں اور راستوں میں لگا دیتے اور یوں اُن کے علاقے اور گھر رات رات بھر روشن رہتے۔ بلکہ آپ کو پتہ ہے کہ مغربی محققین کے ہاتھ (کھدائیوں کے دوران) اس محلول کی ایک بوتل لگ گئی۔ انہوں نے تجربہ بھی کیا لیکن اس محلول کے اجزاء پتہ چلنے سے پہلے ہی وہ بوتل گر کر ٹوٹ گئی۔ اِس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کے باغات، ذرائع آب رسانی، فصلیں، گھر وغیرہ کس قدر ترقی یافتہ ہوں گے۔ اس قدر ترقی نے اُن کی زندگیوں میں بڑی آسائش اور سہولتیں پیدا کر دی تھیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی نعمتیں حاصل ہونے پر وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے (شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ انہیں مزید نعمتیں عطا فرماتے) لیکن اس کی بجائے وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھول گئے اور سمجھا کہ یہ نعمتیں اور آسائشیں انہوں نے صرف اپنی محنت اور عقل سے حاصل کیں ہیں (محنت کرنا اور عقل استعمال کرنا بہت اچھی بات ہے لیکن جو کچھ بھی ملتا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ملتا ہے اور اس کے لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر ادا کرنا چاہیے)۔ سو! وہ مادی ترقی قومِ نوح کو فائدہ دینے کی بجائے اُن کے بگاڑ کا

سب بن گئی۔ بچو! آپ کو پتہ ہے تا کہ انسان کا اصل فائدہ یہ ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا پوری کوشش کر کے خوب کہنا مانتے رہیں (چاہے مادی ترقی ہے یا نہیں ہے)۔ جب قومِ نوح اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھول گئی تو آہستہ آہستہ یہ ہوا کہ وہ اپنی غلطیوں پر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنا اور معافی مانگنا بھی بھول گئے۔ اُن سے غلطیاں اور گناہ ہو جاتے تو وہ توبہ نہیں کرتے تھے (شیطان نے بھی تو یہی کیا تھا کہ پہلے تو اللہ تعالیٰ کا کہنا نہیں مانا اور پھر شرمندہ ہونے اور توبہ کرنے کی بجائے اکڑ گیا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اپنی بارگاہ سے نکال دیا) یوں وہ گناہوں میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم فرمایا اور اُن میں حضرت نوح علیہ السلام کو پیدا فرمایا تا کہ حضرت نوح علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کا پیغام اُن لوگوں تک پہنچائیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کا حکم مانتے ہوئے جن کاموں کے کرنے کی اجازت ہے وہ کریں اور جن سے منع فرمایا ہے اُن کاموں سے منع ہو جائیں اور یہ بھی کہ اپنے نبی کا کہنا مانیں اور اُن سے محبت رکھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے بہت لمبی عمر پائی تھی۔ اُن کی تبلیغ کا زمانہ تقریباً 950 سال ہے، جس میں تقریباً 80 لوگ ایمان لائے۔ بچو! ہم حضرت نوح علیہ السلام کی ہمت اور صبر کا اندازہ نہیں کر سکتے، کیونکہ ہم تو کسی کو دو چار دفعہ ہی کوئی اچھی بات بتائیں اور دوسرا ہم سے جھگڑا کرے کہ مجھے مت بتاؤ تو ہم تھک کر اور تنگ آ کر کہتے ہیں کہ چھوڑو! یہ تو سنتا ہی نہیں۔ لیکن حضرت نوح علیہ السلام 950 سال اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھی باتیں بتانے اور ایمان لانے کی دعوت دیتے رہے۔

آخر کار جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپؑ کو بہت ہی تنگ کرنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک بڑی کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جب کشتی تیار ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ حضرت نوح علیہ السلام تمام ایمان والے لوگوں اور چرند و پرند میں سے ہر ایک قسم کا ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کر لیں۔ جب سب سوار ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسا طوفان آیا کہ گھر کے تنوروں تک سے پانی ابلنے لگا۔ کشتی اس طوفان میں آرام سے تیرتی رہی۔ اس طوفان میں گھر تو گھر، بڑے بڑے پہاڑ تک ڈوب گئے۔ کوئی انسان، جانور، پرندہ نہیں بچا۔ جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ طوفان رہا، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکا اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ یہ پانی جذب کر لے۔ علماء حضرات فرماتے ہیں کہ یہی وہ جگہ ہے جسے اب ہم ''برمودا ٹرائی اینگل'' (Bermoda Triangle) کہتے ہیں، جس کی زد میں آنے والا ہر ہوائی جہاز یا بحری جہاز (یا کوئی بھی شے) ایسے غائب ہوتے ہیں کہ پھر اُن کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ جب زمین نے اس پانی کو جذب کر لیا تو جہاز ''جودی'' نام کے پہاڑ پر رُک گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کے ساتھ موجود ایمان والے لوگ یہاں اترے اور یوں نئے سرے سے نسلِ انسانی کا آغاز ہوا۔

صلہ رحمی کے فضائل و برکات

حافظ حفیظ الرحمٰن ٹوبہ ٹیک سنگھ

اِنّ الحمدلله ہ وَالصلوۃ وَ السلام علی نبی الکریم ہ امّا بعد ہ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی (سورۃ النحل : آیت نمبر90)

وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً وَّذِی الْقُرْبٰی

(سورۃ البقرۃ: آیت نمبر83)

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط

(سورۃ النساء: آیت نمبر1)

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ

(سورۃ بنی اسرائیل: آیت نمبر26)

قرآنِ کریم میں متعدد بار اہل قرابت کی خیر خواہی انکو دینے کا حکم اور اس کی ترغیب فرمائی گئی ہے۔ چند آیات کا حوالہ پیش کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس سے کہ اپنی حاجات طلب کرتے ہو اور رشتوں سے ڈرتے رہو یعنی ان کو جوڑتے رہو۔ توڑو نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا یعنی رشتہ دار کو جو حق نیکی اور صلہ رحمی کا ہے وہ ادا کرتے رہو۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے اور اسکے نشاناتِ قدم میں تاخیر کیجائے اسکو چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ نشانات قدم میں تاخیر کئے جانے سے عمر کی درازی مراد لی جاتی ہے۔= کذا فی المشکوۃ= اس لئے جس شخص کی جتنی عمر زیادہ ہوگی اتنے ہی زمانہ تک اس کے چلنے سے نشانات قدم زمین پر پڑیں گے۔ اور جو مر گیا اس کے پاؤں کا نشان زمین سے مٹ گیا۔

ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے میں اس کیلئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے اسکی عمر دراز ہوتی ہے رشتہ دار اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس کے رزق میں وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے= کنز العمال=

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تین باتیں بالکل حق اور پکی ہیں۔ ا۔ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اسکی

عزت بڑھتی ہے۔ (۲) جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔ (۳) جو شخص عطا اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اسکے مال میں کثرت ہوتی ہے = درمنشور =

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس عمل کو ثواب اور بدلہ سے جلدی ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ بعض آدمی گنہگار ہوتے ہیں لیکن صلہ رحمی کیوجہ سے انکے مالوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ اور انکی اولاد میں بھی ''احیاالعلوم''

ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ طریقہ کے موافق کرنا اور معروف بھلائی کا اختیار کرنا والدین کے ساتھ احسان کرنا اور صلہ رحمی آدمی کو بدبختی سے نیک بختی کی طرف پھیر دیتا ہے۔ عمر میں زیادتی کا سبب ہے اور بری موت سے حفاظت ہے۔ ''کنزالعمال''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غریب پر صدقہ کرنا صرف صدقہ ہے۔ اور رشتہ دار پر صدقہ کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی دو چیزیں ہوگئیں۔ المشکوۃ۔

اہل قرابت اور رشتہ داروں پر صدقہ عام غرباء سے مقدم اور افضل ہے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے دریافت کیا کہ افضل ترین صدقہ کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کاشح رشتہ دار کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل میں کسی سے بغض وکینہ رکھے۔

ایک حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے۔ کہ جو شخص یہ پسند کرے کہ قیامت میں اس کو بلند مکانات ملیں اور اس کو اونچے درجے ملیں اسکو چاہئیے کہ جو شخص اس پر ظلم کرے اس سے درگذر کرے جو اسکو اپنی عطا سے محروم رکھے اس پر احسان کرے جو اس سے تعلقات توڑے اس سے تعلقات جوڑے = درمنشور =

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آدمی خالص ایمان تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ یہ کام نہ کرے کہ اپنے سے تعلق توڑنے والوں کے ساتھ تعلقات جوڑا کرے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کیا کرے اپنے کو گالیاں دینے والے کو بخش دیا کرے۔ جو اپنے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ بھلائی کرے ''درمنشور''۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہیں ہے کوئی گناہ جو زیادہ مستحق اس بات کا ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ رہنے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد بھگتنی پڑے۔ ان دو کے علاوہ۔ ایک ظلم دوسرا قطع رحمی۔ رواہ الترمذی وابوداؤد۔ یعنی یہ دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا

آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ان کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ تعالیٰ آخرت میں مؤخر فرماتے ہیں لیکن والدین کی نافرمانی کی سزا کو بہت جلد دنیا میں دیدتے ہیں = جامع الصغیر =

بہت سے احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ کریم قیامت کے دن رحم (قرابت) کو زبان عطا فرمادیں گے وہ عرش معلّے کو پکڑ کر درخواست کرتا رہے گا کہ یا اللہ جس نے مجھے ملایا تو اس کو ملا اور جس نے مجھے قطع کیا تو اس کو قطع کر۔

ایک حدیث میں ہے کہ اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ جب لوگ علوم کو ظاہر کریں اور عمل کو ضائع کردیں اور زبانوں سے محبت ظاہر کریں اور دلوں میں بغض رکھیں اور قطع رحمی کرنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس وقت انکو اپنی رحمت سے دور کردیتے ہیں اور اندھا بہرا کردیتے ہیں = درمنثور = کہ پھر نہ سیدھا راستہ انکو نظر آتا ہے نہ حق بات انکے کانوں میں پہنچتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی خوشبو اتنی دور تک جاتی ہے کہ وہ راستہ پانچسو 500 سال میں طے ہو والدین کی نافرمانی کرنے والا اور قطع رحمی کرنے والا جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکے گا "احیا العلوم"

حضرت عبداللہ بن اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ہم عرفہ کی شام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حلقہ کی چاروں طرف بیٹھے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ اٹھ جائے ہمارے پاس نہ بیٹھے سارے مجمع میں صرف ایک صاحب اُٹھے جو دور بیٹھے تھے اور پھر تھوڑی دیر میں واپس آکر بیٹھ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میرے کہنے پر مجمع میں صرف تم اُٹھے تھے اور پھر آکر بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا ارشاد سن کر میں اپنی خالہ کے پاس گیا تھا اس نے مجھ سے قطع تعلق کر رکھا تھا۔ میرے جانے میں اس نے کہا تو خلاف عادت کیسے آگیا ہے میں نے اُس سے آپ کا ارشاد مبارک سنایا اس نے میرے لئے دعائے مغفرت کی میں نے اس کیلئے دعائے مغفرت کی اور آپس میں صلح کر کے واپس حاضر ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا بیٹھ جاؤ اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جسمیں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو" کنزل العمال"

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اسکی وجہ سے اس کے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ضروری ہے کہ جو شخص اسمیں مبتلا ہو وہ اس سے توبہ کرلے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا

ارشاد ہے کہ کوئی نیکی جسکا ثواب بہت جلد ملتا ہو صلہ رحمی سے بڑھکر نہیں ہے اور کوئی گناہ جس کا وبال دنیا میں اسکے علاوہ ملے جو آخرت میں ملے گا قطع رحمی اور ظلم سے بڑھکر نہیں ہے متعدد روایات میں آیا ہے قطع رحمی کا وبال آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی پہنچتا ہے۔

فقیہ ابو اللیث نے ایک عجیب واقع لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک نیک شخص امانت دار خراسان کے رہنے والے تھے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے ایک آدمی نے انکے پاس دس ہزار اشرفیاں امانت رکھوا کر اپنی کسی ضرورت سے سفر میں چلا گیا جب وہ سفر سے واپس آیا تو اس خراسانی کا انتقال ہو چکا تھا انکے اہل وعیال سے اپنی امانت کا حال پوچھا انہوں نے لا علمی ظاہر کی انکو بڑا فکر ہوا کہ بہت بڑی رقم تھی علمائے مکہ مکرمہ سے کہ اتفاق سے اسوقت ایک مجمع انکا موجود تھا مسئلہ پوچھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے انہوں نے کہا وہ آدمی تو بڑا نیک تھا ہمارے خیال میں جنتی آدمی تھا تو ایک ترکیب ہے کہ جب آدھی یا تہائی رات گزر جائے تو زمزم کے کنویں پر جا کر اسکا نام لیکر پکار کے اس سے دریافت کر اس نے تین دن تک ایسا ہی کیا وہاں سے کوئی جوب نہ ملا اس نے پھر جا کران علماء سے تذکرہ کیا انہوں نے اِنَّا للہ پڑھا اور کہا کہ ہمیں تو یہ ڈر ہو گیا ہے شاید وہ جنتی نہ ہو تو فلاں جگہ جا وہاں ایک وادی ہے جسکا نام برہوت ہے اسمیں ایک کنواں ہے اس کنویں پر آواز دے اس نے ایسا ہی کیا وہاں سے پہلی ہی آواز میں جواب ملا کہ تیرا مال ویسا ہی محفوظ رکھا ہے مجھے اپنی اولاد پر اطمینان نہ ہوا اس لئے میں نے فلاں جگہ مکان کے اندر اسکو گاڑ دیا ہے۔ میرے لڑکے سے کہہ تجھے اس جگہ پہنچا دے وہاں سے زمین کھود کر اسکو نکال لے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور مال مل گیا اس شخص نے وہاں تعجب سے اس سے پوچھا کہ تو تو بہت نیک آدمی تھا تو یہاں کیوں پہنچ گیا کنویں سے آواز آئی کہ خراسان میں میرے رشتہ دار تھے جن سے میں قطع تعلق کر رکھا تھا اس حال میں میری موت آ گئی اسکی گرفت میں یہاں پکڑا ہوا ہوں۔

''حوالہ۔ تنبیہ الغافلین''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے ہم لوگ اللہ تعالیٰ شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کیلئے بند ہو جاتے ہیں۔ = ترغیب = یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ بہت سی روایات سے یہ مضمون معلوم ہوتا ہے اور دنیا کے واقعات بہت کثرت سے اس کی شہادت دیتے

ہیں۔ کہ قطع رحمی کرنے والا دنیا میں بھی ایسے مصائب میں پھنستا ہے کہ پھر روتا ہی پھرتا ہے اور اپنی حماقت اور جہالت سے اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ اس گناہ سے توبہ کرلے۔

آخر میں ایک حدیث پیش کر کے اختتام کرتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں صلہ رحمی کرے جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی کا معاملہ کریں۔ یعنی اس کی حق تلفی کریں ''صحیح بخاری''

قطع رحمی اور حق تلفی کرنے والوں کے ساتھ جب جواباً قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے گا تو یہ بیماری اور گندگی معاشرے میں اور زیادہ بڑھے گی اور اس کے برعکس جب ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے گا تو انسانی فطرت سے امید ہے کہ دیر سویر ان کی اصلاح ہو گی اور معاشرے میں صلہ رحمی کو فروغ ملے گا۔

اللہ کریم عمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

تصحیح

ماہ نومبر کے شمارہ میں صفحہ نمبر 32 پر یَمۡحَقِ اللّٰہُ کی بجائے یَمۡحَقُ اللّٰہُ پڑھا جائے۔ اسی طرح صفحہ نمبر 34 پر یَسۡبُطُ کی بجائے یَبۡصُطُ پڑھا جائے۔

دعائے مغفرت

۱۔ کراچی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی فرخ بشیر کے والد محترم

۲۔ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی رانا محمد جانباز کی والدہ محترمہ

۳۔ ستم ضلع مانسرہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالقادر خان صاحب

۴۔ پنڈ مونہ ضلع جہلم کے ساتھی عدالت خان

۵۔ کوٹ شاکر ضلع جنگ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرحمان جنجوعہ کے والد محترم

۶۔ ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عمران لیاقت کے والد محترم

۷۔ ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی پروفیسر محمد سلیم اور سعید احمد صاحب کے والد محترم

۸۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالمجید خان کی والدہ محترمہ وفات پا گئے ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

24-06-2012

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

س : قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اللہ رب العزت کہتے ہیں ہم جسے چاہیں ہدایت دیں جسے چاہیں گمراہ کر دیں۔کیا اس سے یہ سمجھا جائے کہ بالآخر انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں؟ تصوف کے حوالے سے اس سے کیا مراد ہے؟

ج : جہاں تک ذات باری کا تعلق ہے۔سوال نہ ہی کیا جائے تو بہتر ہے۔یہ چیزیں ہر آدمی کے سمجھنے کے لیے نہیں ہوتیں، جس کو سمجھ نہیں آتیں اس کا نقصان ہوتا ہے۔سوال یہ ہے کہ آپ ایک مکان بناتے ہیں۔اینٹ، مٹی، سیمنٹ گارا لگاتے ہیں، بڑی خوبصورت ٹائلیں لگاتے ہیں ڈرائنگ روم بناتے ہیں، بیڈ روم کے ساتھ ایک باتھ روم بناتے ہیں۔میرے خیال میں اس کی ٹائلیں زیادہ قیمتی ہیں۔دیواریں زیادہ اچھی، چھت خوبصورت اور پانی کے خوبصورت فوارے ہیں۔

اب بیڈ روم میں آپ خود رہتے ہیں۔باتھ روم کو آپ بطور ٹائلٹ استعمال کرتے ہیں۔کوئی آپ سے کہے کہ اللہ کے بندے اس باتھ روم میں تو ٹائلیں زیادہ قیمتی ہیں، خوبصورت فوارے لگے ہوئے ہیں، خوبصورتی ہے، روشنی بھی اچھی ہے، رنگ برنگی بتیاں بھی ہیں تو آپ الٹا کام کر رہے ہیں کہ ایک خوبصورت کمرے کو تو آپ نے غسلخانہ بنا دیا اور دوسرے کمرے میں خود رہنا شروع کر دیا تو اس کا اعتراض صحیح نہیں ہوگا۔آپ کی اپنی عمارت ہے آپ نے اسے اپنے خرچ سے، اپنی محنت سے بنایا ہے۔آپ جس کو جہاں چاہیں رکھیں، کسی کو کیا۔

کائنات کا ہر ذرہ اس کی ذاتی تخلیق ہے۔اگر وہ چاہے کسی کو جہنم میں پھینک دے، کسی کو جنت دے دے، اعتراض کرنے والے کا کیا ہے۔سوال کیا پیدا ہوتا ہے، وہ کر سکتا ہے اور جیسا چاہے کر سکتا ہے۔اس کی اپنی مخلوق ہے، اس نے خود بنائی۔اُسے بنا کر وہ کہاں رکھتا ہے یہ تو اس کی پسند کی بات ہے یہاں سوال نہیں ہو سکتا۔لیکن اللہ کریم نے قرآن حکیم میں اس کی وضاحت فرما دی۔اللہ کریم فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو اختیار دے دیا ہے۔کس بات کا؟ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (سورۃ الدھر آیت نمبر 6) ہم نے اس کے سامنے راہیں کھول کے رکھ دی ہیں، اُسے توفیق عمل دے دی ہے۔اب پسند اس کی ہے کہ وہ شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ناشکری کا۔اسی طرح فرمایا یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ جس کے دل میں یہ آرزو کروٹ لیتی ہے کہ مجھے اللہ کی اطاعت کرنا چاہیے اُسے ہدایت فرما دیتا ہوں۔انسان کا اختیار اتنا ہے کہ دو راستوں میں سے ایک راستہ وہ اپنی پسند سے چنتا ہے۔مفسرین کرام فرماتے ہیں یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ جس کے دل میں آرزو انگڑائی لیتی ہے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہیے، اللہ کی رضا چاہیے تو اس کو ہدایت اس طرح سے فرماتے ہیں کہ اُسے ایسے لوگوں کا ساتھ دے دیتے ہیں جو نیکی پہ گامزن ہوتے ہیں۔اُسے نیکی سکھاتے بھی ہیں اور اُن کے ساتھ مل کر نیکی پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہو جاتا ہے۔لیکن

اگر کوئی راستہ ہی دوسرا چن لیتا ہے تو پھر جو اس کا عمل ہے وہ بیج بن جاتا ہے۔ اس پر وہی فصل آتی ہے جو بیج اس نے بویا ہے۔

گندم از گندم بروید جو از جو
از مکافات عمل غافل نہ شو

ہر عمل اپنا ایک نتیجہ لاتا ہے۔ جیسے دنیا کا بھی ایک اصول ہے کہ ہر عمل کا ایک ردِعمل ہوتا ہے۔ اللہ کریم نے یہ جو ارشاد فرمایا کہ جسے چاہیں ہدایت دیں، جسے چاہیں گمراہ کردیں یہ نبی کریم ﷺ کی اُن کاوشوں، اُن کوششوں اور اُس آرزو کے مقابلے میں فرمایا کہ حضور ﷺ تو چاہتے تھے کہ ہر بندے کو ہدایت مل جائے آپ رحمۃ اللعلمین تھے۔ جو پتھر پھینکتے تھے، اُن کے لئے دُعائیں کرتے تھے۔ جو ایذا دیتے تھے اُن کے لئے ہدایت کی دعا فرماتے تھے اور لوگوں کو گمراہ دیکھ کر حضور اکرم ﷺ کو رنج ہوتا تھا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ آپ اتنا دکھ محسوس کرتے ہیں، کیا ان کفار کی گمراہی پر رنجیدہ ہو کر آپ اپنے آپ کو ہلاک ہی کرلیں گے، جان ہی دے دیں گے۔

فرمایا یہ تو میرے فیصلے ہیں میں جسے چاہوں ہدایت دوں جسے نہ چاہوں نہ دوں، آپ کا کام میرا پیغام پہنچانا ہے۔ آگے جو رد کرتا ہے وہ اپنا نتیجہ بھگتے گا، جو مانتا ہے وہ اس کا پھل پائے گا۔ تو ہمیں یہیں تک رہنا چاہیے کہ جب اللہ کریم نے ارشاد فرمایا تو یہ حق ہے۔ اس نے ہدایت یا گمراہی دونوں میں سے ایک اختیار کرنے کا ہمیں اختیار دے دیا۔ پھر اُن لوگوں کا بھی ذکر فرمایا جو کبھی نیکی کر رہے ہیں، کبھی غلطی کر رہے ہیں۔ فرمایا اُن کا معاملہ میرے ساتھ ہے میں جو چاہوں فیصلہ کروں۔ تو چھوٹی چھوٹی باتیں، چھوٹی چھوٹی آرزوئیں، خواہشات ان فیصلوں کا سبب بن جاتی ہیں۔ اس لئے قلب کی طرف زیادہ متوجہ ہونا، ذکر قلبی پہ زیادہ زور دینا، قلب کو ذاکر کرنا یہ ساری محنت، سارا مجاہدہ اس لئے ہے کہ قلب دنیاوی [redacted] حق کی طرف بڑھے۔ اور اس میں جو آرزو [redacted] تھا اور اس کی خصوصی رحمت اور اس کے قرب کے حصول کے لئے ہوں۔

انسانی اختیارات کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس کے سوا اس کے بس میں کچھ بھی نہیں۔ وہ سمجھتا ہے میں نے پانی پیا لیکن اللہ چاہے تو پینے کی توفیق سلب کرسکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے میں نے کھایا وہ چاہے تو کھانے کی توفیق سلب کرسکتا ہے۔ آدمی اچھا بھلا صحت مند نظر آتا ہے لیکن وہ کھا پی نہیں سکتا۔ چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، ہم کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ جب وہ کسی ایک عضو کو معطل کر دیتا ہے تو وہ بیکار ہو جاتا ہے۔ ہم اپنی شکل مرضی سے نہیں بنا سکتے، اپنی صحت، اپنی پسند سے نہیں بنا سکتے، اپنا رزق اپنی پسند سے نہیں لے سکتے، اپنا فہم وشعور وادراک اپنی پسند سے انتخاب نہیں کرسکتے۔ ہاں! جب وہ چاہے تو یہ چیزیں عطا کرتا جاتا ہے۔ ہماری پسند ہی اتنی ہے جو اللہ کریم نے فرمادی، اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا کہ ہم نے بندے کے سامنے راستہ واضح کر دیا ہے اب اُسے اختیار ہے۔ شاعر نے کہا تھا۔

رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں
اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے

دنیا کی خوبصورتی، دنیا کا حسن، دنیا کی لذتیں، رنگین فضائیں، یہ خوبصورت آرزوئیں، گاڑیاں، حکومتیں، عہدے اقتدار، دولتیں، یہ بڑے بڑے گھر۔ یہ سارا کیا ہے؟ یہ دنیا کا حسن ہے اور اس کے مقابلے میں وصولِ حق ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ طالبانِ حق کے پاس دنیا کی دولت نہ ہو، طالبانِ حق کے پاس اگر ہوتی ہے تو حلال، جائز وسائل سے ہوتی ہے۔ وہ اس پر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، صدقات دیتے ہیں، جائز مصارف پر خرچ کرنے کا اہتمام بھی کرتے ہیں تو وہ دنیا شمار نہیں ہوتی۔ دنیا وہ شمار ہوتی ہے جس کے حصول میں اللہ کی نافرمانی کی جائے، جس کے استعمال میں اللہ کی نافرمانی کی جائے، جو اللہ کریم سے غافل کردے۔

[redacted]

جلسہ بعثتِ رحمتِ عالم a

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے زیرِ اہتمام "بعثتِ رحمتِ عالم a" کے موضوع پر

ایک جلسہ عام

بمقام: ایوانِ اقبال ایجرٹن روڈ لاہور

بتاریخ: 12 ربیع الاول، 1434 ہجری

بوقت: 10 بجے صبح تا 1 بجے دوپہر

منعقد کیا جا رہا ہے۔ جس میں صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان اور دیگر مقررین خطاب فرمائیں گے۔ نیز حضرت شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا خطاب بھی سنوایا جائے گا۔

ساتھیوں سے شرکت کی درخواست ہے۔

ضرورت رشتہ

لڑکا عمر: 25 سال

تعلیم: B.A

پیشہ: بزنس مین

ذات: آرائیں

لڑکی ذاکرہ و خوبصورت ہو۔ جہیز و ذات پات کی کوئی قید نہیں

برائے رابطہ:

فون: [redacted]

0333-4727109

ضرورت رشتہ

لڑکا عمر: 24 سال

تعلیم: F.A

پیشہ: بزنس مین

ذات: آرائیں

لڑکی ذاکرہ و خوبصورت ہو۔ جہیز و ذات پات کی کوئی قید نہیں

برائے رابطہ:

فون: [redacted]

0333-4727109

that they cannot even manage their own family life. I wonder how a person could become a leader when his or her own family life is an example of dispersion an mismanagement. This nation in reality, does not need leaders or Qayeds, rather we need people who would work for this nation. The leader for us as a whole is Hadhrat Muhammad-sallu alaihe wasallam, the Messenger of Allah-swt, and we need those who would enact whatever has been taught to us by him-sallu alaihe wasallam. Our leaders are the Companions-rau by whom we received every verse of the Holy Quran, every Hadeeth and every action of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. Our leaders are Tabe'yeen and Taba' Tabe'yeen and our leaders until the Day of Judgment are the noble scholars of Islam who have delivered to us whatever Allah-swt and His-swt Prophet-sallu alaihe wasallam has taught us and who have delivered those feelings and barakat which have been transferred from the Qalb of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. No one else has the right to be called as the leader. Every person could not be a leader, and especially those who even have lost their own path. The people whose life style and character does not even show a sign of whether they are Muslims, Christians or Jews could not be called as leaders. Hazrat Jee-rua used to say that our condition has so much worsened that if Allah-swt brings back a Companion-rau into the present day Muslim society, he would term the society as mentally sick and corrupt in character. Being a Muslim is not what we actually call it to be. Muslims are those who perform repentance continuously despite performing virtuous deeds. They obey Allah-swt and His-swt Messenger-sallu alaihe wasallam, remember Him-swt, offer salat, recite the Holy Quran, earn Halal livelihood, help the poor and needy, take care of their parents, siblings and relatives, help their neighbours and yet they offer repentance in front of Allah-swt, denoting their humility in front of Him-swt.

Last night someone asked a question through email that since repentance is from sins, then why do the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam would do Astaghfar. At that moment I replied him simply that since Astaghfar and repentance is also a kind of worship; therefore it should not be surprising if the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam did it. Hadhrat Ayesha-rau states that, "the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam would ask me, 'Ayesha! Shouldn't I pray nafal salat for the night?' and I would say 'Yes O Messenger-sallu alaihe wasallam of Allah-swt'. Then the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam would start salat on one side of the blanket and when he-sallu alaihe wasallam would be standing in qiyam, I would extend my legs and while he-sallu alaihe wasallam would do rukoo and sajood I would fold it. One night the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam stood in qiyam for such a long time that I thought he-sallu alaihe wasallam would not go to rukoo.

To be continued

were broken and at once the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam started praying to Allah-swt , 'O Allah-swt! Forgive my nation because they are not aware of who I am'. The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam meant by these words that, 'the people fighting this war against me-sallu alaihe wasallam are unaware of the Prophethood and in their knowledge they are fighting one of their brethren they call as Muhammad bin Abdullah-sallu alaihe wasallam. They are illiterate and they do not know the sanctity of the Prophethood'. He-sallu alaihe wasallam prayed to Allah-swt's kindness for those people who were determined to hurt him-sallu alaihe wasallam. And on the other hand if we look at our claim of love, we express it by destroying property of others. We are looting vans and busses on the roads as a protest against the blasphemy. Processions block the roads and they don't care if someone is dying in an ambulance. Such a terror is prevailing today that mobile networks are blocked and transport is jammed all over the country. Can somebody tell what loss might be incurred by these processions of looting and destruction upon the blasphemers? Perhaps this whole blasphemy is a plot to stir our society and to raise Muslims against Muslims. In that case, people are working for the completion of their plot.

In the above verses of the Holy Quran, where Allah-swt is describing the best qualities of the believers, the first quality mentioned is اَلتَّـــآئِبُـوْنَ 'those who repent upon the sins they commit'. Obviously, repentance is an act performed by those who have sinned. However, the best quality of the believers is that they repent even after doing virtuous deeds, for they fear their Rabb-swt against the purity and quality of their actions. They show humility upon their actions whether it would be accepted in His-swt Court or not. A scholar of the true knowledge and a sound believer do whatever is commanded by Allah-swt and His-swt Messenger-sallu alaihe wasallam, and thereafter repent to Allah-swt for He-swt has blessed him with a sound belief and true knowledge, fearing whether his own actions are according to the blessings that he has been blessed with. Repentance is not only for the sinners; in reality repentance is for everyone. The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam has said that 'everyone among you should do repentance every day (Astaghfar) and I too do Astaghfar about hundred times a day'.

I don't understand the logic behind our claim of being Muslims, and whatever we claim to be and the things which we actually do. Another problem is that every next person has become a leader and most of them do not stop at being called only the leader, rather they like to be called as 'Qayed' (the revolutionist). The word has been taken from the title given to Muhammad Ali Jinnah as Qayed-e-Azam, and now everyone is trying to steal the title. I wonder how a person is being called as a leader or Qayed when his own family life is an example of intense dissociation. Elderly westernized women are sitting on the stage and being called as the leaders of this and that party but despite the fact

Repentance

Translated Speech of His Eminence
Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah

Dated: September 21st, 2012

We do not have any right to condemn anyone after they pass away, but it is a fact that this acerbic habit has taken place inside us.

The real question is about what these people have done in the past who are now criticizing others. These same journalists, politicians and military personnel would wear shirwani and cap and used to pray along with Mr Zia ul Haq, mostly just to please him. Their boldness would have been commendable if they insisted on wearing tie and suit despite whatever the president was wearing. Now they are criticizing the West and those ill-mannered people who insulted the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam and yet they try to appear just like them in every aspect of their get up. I cannot comprehend the kind of love this nation have with the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. They would disobey Allah-swt and His-swt commandments, they do not fulfil their obligations, eat whatever is forbidden, earn by forbidden means, they lie, they take bribes, they loot each other but very strangely the love of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam has emerged at once. This is not the love for the Prophet-sallu alaihe wasallam, rather it is the love for creating a stir and show at every matter. Love is an invaluable blessing which is kept covered and in secret by the lovers. Love, however could be never made a secret nor it could be kept hidden; it expresses itself no matter what. And yet no lover wants his love to be expressed out in the open. A lover tolerates the pains and aches in love on his own heart, but never complains. But quite strangely, just as the Urdu proverb signifies, that 'love and the fragrance of musk could not be kept in secret', similarly, love is expressed in the acts and behaviour and in the words of the lover. Can we offer a character which speaks of the love of the Prophet-sallu alaihe wasallam? Have we stopped ourselves from all the forbidden things? Do we earn our livelihood from the Halal ways? Have we given up lying and started speaking the truth? Do we respect the elders and care for the youngsters? Are our manners according to the teachings of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam? Indeed it is difficult to build one's inside, but isn't it a simple task to change the outer look? Is our outside according to the Sunnah? If we could not make our looks according to the will of the Prophet-sallu alaihe wasallam, then how could we claim to possess love for him-sallu alaihe wasallam?

During the battle of Uhud, the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam's teeth

without meals. Once he was visited by Major Ghulam Muhammad but Maulvi Sahib did not offer him even a cup of tea. Major Sahib was just wondering at the lack of hospitality from this Pir Sahib, when Maulvi Sahib realizing what his guest was thinking told him, 'You must be wondering that I have not offered you any tea, the reality is that until such time the Pir Khana (Sufi establishment) was running, all sorts of food festivals were held here, but now the whole household is starving'.

These worldly pleasures and comforts departed but the greatness of what he gained in their place requires no further proof after these words of Hazrat Ji rua, which he wrote to the bereaved family after his death "Maulvi Sahib is in a very happy condition in Barzakh, Al Hamdo Lillah!"

Don't shed tears on the grave of a Maqbool (accepted) friend
Instead be pleased that he has become His Maqbool. (His Accepted one)

Zikr Circle in Dhalwal

In 1963, Hazrat Ameer ul Mukarram-mza took up teaching at the Middle School in Dhalwal, Chakwal. There he initiated a Zikr circle and invited people to join, among which were Raja Muhammad Yousuf and Raja Abdul Malik. By the blessing of doing Zikr Allah such glaring changes took place in their lives that just observing them became a means of invitation for others. Among the Zakireen there was a wine maker who gave up the habit after starting Zikr.

It may be remembered that Dhalwal was also the place where Hazrat Ji rua had been granted a Dastaar (turban) in 1933, and now this place had the honour of becoming the third Zikr centre after Munara and Chakwal, and two annual gathering were also held here. However, after Hazrat Ameer ul Mukarram-mza was transferred to Noorpur Sethi, the Ijtema' were also transferred and held at his residence there. Even so, the centre remained established at Dhalwal and Hazrat Ji rua visited it many times and stayed there with the Ahbab.

Karachi and Quetta

The Silsilah was introduced in Karachi by the officers of the Army and Hazrat Ji rua visited it for the first time in 1966. A detailed account of this will be dealt with in a separate chapter.

As far as Quetta and other cities of Baluchistan, the Silsilah was introduced by the Ulama and Hazrat Ji rua's book Dalael us Sulook proved the most effective source. When Maulana Abdul Qadir Dhervi, the 'Khateeb' of the Chiltan Market Masjid read the book, he started the first Zikr circle in Quetta. At his invitation Hazrat Ji rua visited Quetta in 1967 for the first time, and stayed at this Masjid. During his tour the 'Khateeb' of the Dairy Farm Masjid, Qari Yar Muhammad also joined the Silsilah. Thereafter, during his tours of Quetta, Hazrat Ji rua would always reside at his Masjid. In 1968, during Hazrat Ji rua's third tour of Quetta, when they prayed the Salat-e Asr, Raja Muhammad Yousuf saw through Kashf that the value of his Salah had been termed low by the Recording Angels.

To be continued

considered the Bypass of Practical religion and a short cut to entry in Paradise. The throng of devotees that surrounded Maulvi Fazal Husain rua soon deserted him, but now the true seekers started to pay attention to him. He extended the invitation to each and everybody and he was joined by Sheikh Muhammad Siddiq, Hifzur Rahman, Hakeem Muhammad Sadiq and many others who gathered around him. They were Dr. Farooq Abdul Haq, who writes himself as Bob Crane, with reference to his previous identity, is now the inspiring spirit behind 'American Muslim Council' and remains in constant communication with Hazrat Ameer ul Mukarram for seeking guidance. During the 1991 visit of the Nazim-e 'Aala to the US, a brief introduction of the Silsilah titled 'The Naqshbandiah Owaisiah Order' was compiled with his assistance. Presently, he is continuing his literally and practical contributions from the platform of Centre for Civilizational Renewal of Naqshbandiah Owaisiah Order, New Mexico.

ones who spent their nights in worship, did Zikr morning and evening with him, followed the injunctions of the Holy Quran and Hadith and were desirous of Allah swt's Nearness.

In Salamatpura at Maulvi Sahib's place, the previous air of festivity was replaced by a solemn atmosphere. Now, he spent his nights in the Remembrance of Allah and the days in driving a taxi on the roads of Lahore. Slowly, the number of companions increased and it became necessary to relocate to a larger premises. The Zakireen of Lahore belonged to various areas of the city and keeping this in mind, a centre was established at the Masjid-e Hanfiah in Akharah Boota Mal. Even now among the various Zikr centres in Lahore, this Masjid is considered the oldest. Whenever Hazrat Ji rua visited Lahore, he stayed at this centre.

In 1963-4, the Zikr circle expanded considerably in Lahore. Maulvi Fazal Husain rau would keep Hazrat Ji rua informed about the spiritual progress of his companions and after imparting them basic training would present them to Hazrat Ji rua. Among them was Hakim Muhammad Sadiq who was summoned to Chakwal in 1964 and noting his ability and competence, Hazrat Ji rua presented him for the Spiritual Pledge, 'Roohani Bai'at' in the Court the Holy Prophet saws. These blessed proceedings were witnessed not only by the Ahbab present, but it was Hakim Sahib's good fortune to also see himself spiritually, how he was granted the honour of touching the Holy hand of the Holy Prophet saws, how he shook the hands of Hazrat Abu Bakr Siddiq rau the venerable ancestor of the Silsilah and then of Hazrat Ali rau, the Shaikh of the Aulia Karaam and then what gifts was he granted from this Majestic Court. In the spread of the Silsilah in Lahore, Hakim Muhammad Sadiq, Sheikh Muhammad Siddiq and Hifzur Rahman provided Maulvi Fazal Husain special support and help.

What did Maulvi Fazal Husain rua lose and gain by renouncing his 'Pir-hood' (Shaikhdom)? He had to say goodbye to comfort provided by his loving 'Murids' (devotees), and instead drove a taxi to provide a living for himself and for his family members. Often, they had to do

Hayat-e-Javidan Chapter 18

A Life Eternal (Translation)

HAZRAT JI's-rua SPIRITUAL POWERS

continued From Previous Month

During his training when he started having spiritual visions, he was keen to announce the fact, but as his instructor did not seem too impressed by his achievement, he went straight to Hazrat Ameer ul Mukarram-mza and announced, 'Look Shaikh, I wanted to tell him that I had seen angels but he paid no attention'.

Hazrat Ameer ul Mukarram-mza replied, 'Because it is a routine matter here'.

And why would it not be so! It is a saying of the Holy Prophet saws that the angels keep searching the world looking for Zakireen, and when they find a group doing Zikr, they beckon their fellow angels saying, 'here is what (or that thing which)you are looking for'. They then cover the Zakireen with their wings extending up to the sky. Dr. Farooq Abdul Haq, in his state of Zikr and meditation had witnessed the spectacle of angels alighting, which is in perfect accordance with the saying of the Holy Prophet saws.

Keeping in view Dr. Farooq Abdul Haq's scholarship and status, it was considered appropriate that he have direct meeting with Hazrat Ameer ul Mukarram-mza. From this, one gathers that the real calling of Tasawwuf and Sulook is the company of the Shaikh and not lecturing or reasoning. The states (feelings) which affect the Qalb are obtained through a process of reflection, only in the company of the Shaikh. Time and again it has been proved that the Shaikh's company brings about results that could not have been possible by any reasoning or proof.

It is seen that persons with a certain aura or eminence, need to be inducted by someone of equally superior intellect and knowledge. It is this for this reason that sometimes, despite its truth, the invitation of an ordinary person does not prove effective before a prominent personality. .

Hazrat Lahori rua was an exalted Alim, but his means of introduction to Hazrat Ji rua was Qazi Ji rua about whom Hazrat Ji rua would often say, 'If only he had been an Alim as well'. In the same way Hazrat Ji rua's introduction to Hazrat Abdul Ghafoor Madni rua took place through Maulvi Fazal Husain rua who was himself his student. Had the two scholars met Hazrat Ji rua directly, the result would have been quite different. However, the real determinant is the Grace of Allah swt; and His are the decisions to grant (the blessings).. Some fortunate one gets one blessing, and some other, another.

"That is the Grace of Allah, which He will bestow on whom He pleaseth." (Surah Al Ma'aidah v. 57)

In contemporary times Tasawwuf is

Safar/Rabi Ul Awal 1434h

January 2013

ماہنامہ

المرشد

الله
رسول
محمد

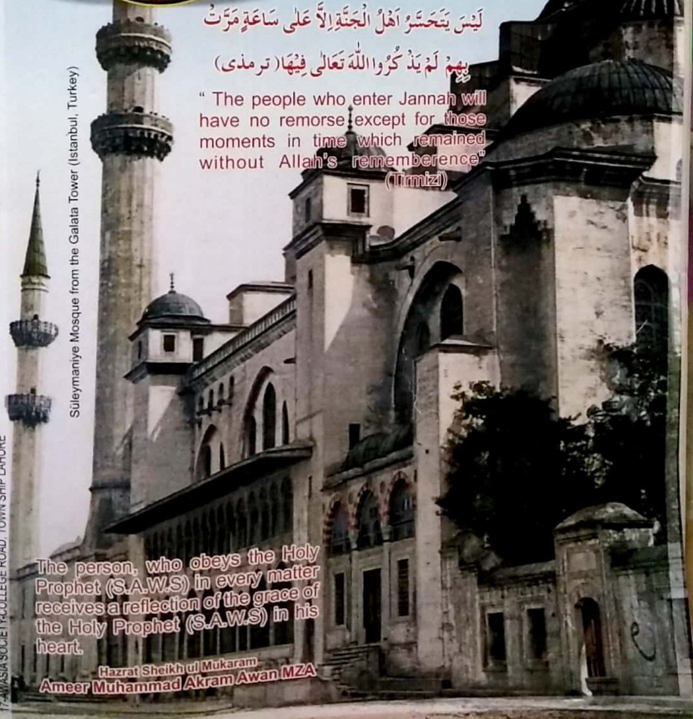

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلاَّ عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ

بِھِمْ لَمْ یَذْ کُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا (ترمذی)

" The people who enter Jannah will have no remorse except for those moments in time which remained without Allah's rememberence"
(Tirmizi)

Süleymaniye Mosque from the Galata Tower (Istanbul, Turkey)

The person, who obeys the Holy Prophet (S.A.W.S) in every matter receives a reflection of the grace of the Holy Prophet (S.A.W.S) in his heart.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY, COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255